تالیہ کا ہاتھ فضا میں معلق رہ گیا۔ موتیے میں جیسے ایک دم کافور کی بُو گھل گئی۔

وہ چپ چاپ کام سمیٹ کے باہر نکل گئی۔ نہ کوئی سخت جواب دیا' نہ غصے کا اظہار کیا۔ اسے دکھ ہوا تھا۔

باہر کرسی پہ بیٹھے اس نے ہتھیلیوں پہ چہرہ گرا دیا اور دور شیشے کی دیواروں سے بنے Cabins کو دیکھنے لگی۔ ان کے شیشوں پہ مختلف رنگوں کی روشنی بکھری تھی۔

ایسے جیسے جھیل کے پانی پہ سنہری کرنوں نے سونے کا خول چڑھا رکھا ہو۔ اور اس دہکتے' پگھلے سونے کے اندر ایک منظرا بھرا بھر کے معدوم ہو رہا تھا۔

سنہرا چمکتا تاج اس کے سر پہ جما تھا' اور تاج کے پیچھے سے نکلتا سرخ ریشمی کپڑا اس کی کمر تک گرا تھا۔ پاؤں کو چھوتا کامدار سرخ لباس پہنے' وہ قدیم ملاکہ کی اس سڑک کے کنارے چل رہی تھی۔ کہنی پہ خالی ٹوکری لٹکی تھی۔

یہ سن باؤ کی حویلی کے سامنے بنی سڑک تھی جس کے دوسری جانب درختوں سے مزین سبزہ زار تھا۔ وہاں جگہ جگہ جنگلی اور دیسی پھول لگے تھے۔ تالیہ ایک پودے کے سامنے رکی اور جھک کے پھول توڑنے لگی۔ دفعتاً درختوں میں ہلچل ہوئی۔ اس نے جھکے جھکے گردن اٹھائی' پھر مسکراتی ہوئی سیدھی ہوئی۔

''آپ آج جیا نہیں گئے' توانکو؟''

وہ سامنے سے گھوڑے کی باگ تھامے چلا آ رہا تھا۔ جواب دینے کی بجائے پہلے مسکرا کے سر کو مخصوص انداز میں جنبش دی۔

''شہزادی' سلام۔'' پھر قریب چلتا آیا۔ سفید کرتے پاجامے میں' ماتھے پہ بال بکھیرے' قدم اٹھاتا غلام شہزادی کو وہاں دیکھ کے جیسے محظوظ ہوا تھا۔

''آپ نے آج مجسمہ بنانے کا کام نہیں کیا شہزادی؟''

''ایڈم اندر ہے اور کام کر رہا ہے۔ میں باہر پھول توڑنے آئی تھی۔''

وہ اس کے قریب آ چکا تھا۔ دونوں اب آمنے سامنے سڑک کنارے درختوں تلے کھڑے تھے۔ فاتح نے گھوڑے کی باگ اب تک تھام رکھی تھی۔ نظریں جھکا کے اس کے پھولوں کی ٹوکری کو دیکھا اور مسکرایا۔

''اور تمہیں لگتا ہے کہ میں آسانی سے یقین کر لوں گا کہ تم یہاں صرف پھول چننے آئی ہو۔''

تالیہ کا دل زور سے دھڑکا' لیکن بظاہر بے پروائی سے کندھے جھٹکے۔

''صبح سویرے اور کس لئے ان درختوں میں بھٹکوں گی میں' توانکو؟''

(ایڈم اندر گھر کے صحن میں خزانہ بنیادوں میں بھرنے میں مصروف تھا اور وہ گھر کے باہر ٹہلتی دراصل پہرہ دے رہی تھی۔ سن باؤ

اور غلام فاتح دونوں اس وقت گھر نہیں ہوتے تھے۔ یہ اب جانے اچانک کہاں سے نکل آیا تھا۔)

"چلو.... مان لیا۔" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔

"آپ مجھ پہ شک کر رہے ہیں۔" وہ برا مان گئی۔ "یا میرا یہاں گھومنا آپ کی طبیعت پہ ناگوار گزر رہا ہے؟"

"میرے اندر بڑا حوصلہ ہے' شہزادی۔ میں صرف ان باتوں کا برا مناتا ہوں جو کسی دوسرے کو نقصان دیں۔ اپنی طبیعت پہ گراں گزرنے والی باتوں کو نظر انداز کر دیتا ہوں' اس لئے جانے دیں۔ آپ بتائیں' آپ کا وقت کیسا گزر رہا ہے محل میں؟"

تالیہ نے گہری سانس لی اور گردن موڑ کے دور تک پھیلے درختوں کو دیکھنے لگی۔ تازہ ہوا' جنگلی پھولوں کی مہک اور صبح کی شبنم سے لدی مٹی.... قدیم ملاکہ کتنا حسین تھا۔

"بہت کچھ ہے میرے پاس محل میں' لیکن ہر گزرتے دن کے ساتھ میں ناخوش اور غیر مطمئن ہوتی جا رہی ہوں۔ وقت کی قید بہت طویل ہو گئی ہے' تو انکو۔"

"یہ تو اچھی بات ہے۔ خوش اور مطمئن لوگ تو ویسے بھی بے کار ہوتے ہیں۔ اپنی ذات سے آگے نکل کے کسی کا نہیں سوچتے۔"

وہ چونک کے اسے دیکھنے لگی۔ وہ اب اپنے گھوڑے کے بالوں پہ ہاتھ پھیرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"خوش ہونا تو اچھی بات ہے' تو انکو۔"

"بہت اچھی بات ہے' یقیناً۔ لیکن مکمل خوش یہاں کوئی بھی نہیں ہے۔ ہاں زندگی میں کچھ مرحلے آتے ہیں جب ہم بہت خوش اور مطمئن ہوتے ہیں مگر وہ وقت جلدی ختم ہو جاتا ہے کیونکہ بہت زیادہ اطمینان اور راحت ہمیں Productive نہیں رہنے دیتی۔ ہم بے کار ہو جاتے ہیں۔ اپنی خوشیوں کے چھن جانے کے خوف سے بڑے بڑے خطرات نہیں مول لیتے۔" گھوڑے کے بالوں کو دھیرے دھیرے سنوارتے ہوئے اس نے گردن موڑی اور تالیہ کی آنکھوں میں جھانکا۔

"غم ملنا زیادہ اچھی بات ہے۔ ٹوٹا ہوا دل بہتر ہوتا ہے۔ بڑے بڑے خواب صرف ٹوٹا دل دیکھ سکتا ہے۔ یا اس کی ہوس اور لالچ اسے بے چین رکھتی ہے اور وہ طاقت ملتے ہی اس طاقت کو بڑھانے کے لئے ظلم ڈھانے لگتا ہے۔ یا پھر اس کا ٹوٹا دل اسے دوسروں کی بھلائی کے لیے کام کرنے کی توفیق دیتا ہے۔ اچھے یا برے' دونوں طرح کے حکمران ان عہدوں پہ اپنے ٹوٹے دلوں کی وجہ سے پہنچتے ہیں کیونکہ خوش اور مطمئن لوگ کبھی ملک نہیں چلا سکتے نہ بڑے خوابوں کے لئے جدوجہد کر سکتے ہیں۔"

"مگر آپ تو ہمیشہ خوش باش لگتے ہیں۔"

"خوش کوئی نہیں ہوتا تالیہ۔ میں صرف شکر گزار ہوں' نعمتوں کا قدردان اور مسکراتے رہنے والا مثبت انسان ہوں۔ ورنہ اندر سے تو ہر کوئی زخمی ہوتا ہے۔ بس لوگ اپنے زخم سے مختلف طرح کے سبق سیکھتے ہیں۔ کوئی مرہم رکھنے والا بن جاتا ہے تو کوئی مزید گھاؤ دینے والا۔"

''میں کیا بنوں گی؟''

گھوڑے کے بالوں کو سہلاتا اس کا ہاتھ تھا۔ چند لمحے وہ غور سے اپنے سامنے کھڑی شہزادی کو دیکھتا رہا۔

''میرا ماننا ہے کہ سب انسان اچھائی پہ پیدا ہوتے ہیں اور بعد میں اچھے یا برے کام کرنے لگ جاتے ہیں۔ اچھے لوگ وہ ہوتے ہیں جو اپنی اصلاح کر لیں۔ برے لوگ وہ ہوتے ہیں جو برائی پہ اصرار کریں اور کرتے چلے جائیں۔ برائی انسان کے ساتھ پیدا نہیں ہوتی۔ وہ انسان خود اپنے ساتھ چپکا لیتا ہے۔ تمہارا ماضی جیسا بھی ہو تمہارا مستقبل کورا کاغذ ہے۔ تم اسے خود اپنے ہاتھوں سے لکھ سکتی ہو۔ سیاہی کا رنگ تمہاری چوائس ہے۔''

وہ درخت، پھول، گھوڑا اور قدیم ملاکہ شیشے کی دیواروں میں تحلیل ہو گیا۔

وہ چونکی تو دروازہ کھل رہا تھا اور عثان اور فاتح باتیں کرتے ہوئے باہر آ رہے تھے۔ شہزادی تاشہ نے اپنے سر پہ رکھا نادیدہ تاج جھٹکا اور خود کو باڈی وومن تالیہ کے روپ میں واپس لاتے ہوئے جلدی سے اٹھی اور ان کے پیچھے ہو لی۔

وہ اس سے یکسر بے نیاز عثان سے بات کرتا چلا جا رہا تھا۔ وہ اس کے بائیں طرف تیز تیز قدم اٹھاتی چل رہی تھی۔ ہیٹ سر پہ ترچھا تھا، اور پھولدار لمبا فراک پہنے وہ کوئی پھول چننے والی لڑکی لگتی تھی۔

لفٹ کے قریب وہ تینوں پہنچے ہی تھے کہ دروازے کھلے اور تین افراد باہر نکلے۔ دو تو آگے بڑھ گئے مگر ایک ادھیڑ عمر سرمئی سوٹ والے صاحب خوش دلی سے فاتح کی طرف بڑھے۔

''فاتح صاحب۔ شکر ہے آج آپ سے ملاقات ہو گئی۔'' انہوں نے گرمجوشی سے مصافحہ کیا۔ تو فاتح نے مسکرا کے ان کا ہاتھ تھاما۔

''کیسے ہیں آپ، درمان صاحب؟ آج اپنی انڈسٹریز کو اکیلا چھوڑ کے ہمارے دفتر میں کیسے؟''

''کسی سے ملنے آیا تھا مگر شکر ہے کہ آپ سے ملاقات ہو گئی۔'' وہ گرمجوشی سے کہہ رہے تھے جیسے فاتح سے مل کے بہت خوش ہوئے ہوں۔ ''آپ کا چیئرمین کے انتخاب کے لئے کھڑے ہونا بہت اچھا لگا۔ دراصل....'' آواز دھیمی کی۔ ''میں آپ کی الیکشن کمپین کے لئے فنڈز مہیا کرنا چاہتا ہوں تا کہ آپ کو کوئی مسئلہ نہ ہو اور آپ چیئرمین بن سکیں۔''

تالیہ نے چونک کے اسے دیکھا، پھر فاتح کو۔ فاتح فنڈز کی بات پہ مسکرا دیا اور شکریے میں سر کو خم دیا۔ ''بہت نوازش آپ کی۔''

(تالیہ کے لب بھی مسکرا اٹھے۔ اگر اسی طرح انڈسٹریلسٹ فنڈز دینے لگیں تو سارے مسئلے ختم ہو جائیں گے۔)

''پلیز اپنے اسٹاف سے کہیے گا کہ میرے آفس سے رابطہ کریں تا کہ ہم فنڈز کی منتقلی پہ بات کر سکیں۔'' انہوں نے جھٹ اپنا کارڈ نکال کے دیا۔ فاتح نے کارڈ لیتے ہوئے سر کو دوبارہ خم دیا۔ وہ صاحب آگے بڑھ گئے اور وہ تینوں لفٹ میں داخل ہوئے۔ تو تالیہ نے ہاتھ بڑھایا

''سر.... میں اور عثان ان سے کل ہی میٹنگ ارینج کر دیں؟ کل آپ کے پاس دوپہر میں وقت ہو گا اور....''

لفٹ کے دروازے جیسے ہی آپس میں ملے' فاتح نے کارڈ کو شڑپ سے دو اور پھر چار ٹکڑوں میں پھاڑا' پھر بے نیازی سے وہ ٹکڑے تالیہ کے ہاتھ پہ رکھے۔ ''ٹریش کین میں ڈال دینا۔''

تالیہ کی ہتھیلی فضا میں ٹھہر گئی۔ صدمے سے لب کھل گئے۔

''مگر سر وہ ہمیں فنڈ زدے رہے تھے۔ آپ کا سب سے بڑا مسئلہ اس وقت الیکشن کے لیے پیسے نہ ہونا ہی تو ہے....''

''تاشہ!'' وہ اس کی طرف مڑا اور سنجیدگی سے بولا۔ ''آفس لائف میں تمہیں بہت سے ایسے لوگ ملیں گے جو اپنی خوش اخلاقی اور شہد ٹپکاتی باتوں سے خود کو تمہارا مخلص ترین دوست ثابت کرنے کی کوشش کریں گے لیکن یاد رکھنا۔ آفس لائف میں لوگوں کے اچھے یا برے ہونے کا فیصلہ ان کی میٹھی زبانوں سے نہیں' ان کے عمل سے کرتے ہیں۔''

''عمل سے؟'' اس نے مٹھی بند کر کے دھیرے سے گرا دی۔ لفٹ تیزی سے نیچے جا رہی تھی۔

''ہاں۔ ہمیشہ یہ دیکھتے ہیں کہ یہ شخص جتنی اچھی یا بری باتیں کرلے' کیا اس کے عمل سے مجھے کوئی فائدہ بھی ہو رہا ہے یا نہیں؟'' نرمی سے سمجھا کے چہرہ واپس بند دروازوں کی طرف موڑ لیا۔

''یہ صاحب ہر دفعہ یہی کہتے ہیں' چے تالیہ۔'' عثمان کھنکھار کے بتانے لگا۔ ''جھوٹے وعدے' اور ڈھکوسلے۔ آج تک انہوں نے پارٹی کو ایک دھیلے کا فنڈ نہیں دیا۔''

اس نے چپ چاپ مٹھی سیاہ بیگ میں الٹ دی۔ کارڈ کے ٹکڑے اندر گرتے چلے گئے۔ یہاں تو لوگ اسکامرز سے زیادہ دھوکے باز تھے۔

وہ باہر پارکنگ ایریا میں اپنی کار کے قریب آئے تھے جب فاتح رکا۔ کنپٹی پہ ہاتھ رکھ کے آنکھیں ذرا موندیں۔ عثمان فوراً الرٹ ہوا۔ ''سر آپ نے ناشتہ بھی نہیں کیا تھا آج اور کھانا بھی نہیں کھایا۔ آپ کا شوگر لو ہو رہا ہے۔ چے تالیہ۔'' فوراً سے تالیہ کو دیکھا۔ تو اس نے تیزی سے زنبیل میں ہاتھ ڈالا اور بسکٹ کا پیکٹ نکال کے جلدی جلدی اسے کھولا اور فاتح کی طرف بڑھایا۔

''آپ کچھ کھا لیں۔'' وہ پریشان ہو گئی تھی۔ اس کی ذرا سی تکلیف اسے بوکھلائے دے رہی تھی۔

فاتح نے اس کو دیکھا۔ پھر بسکٹ کے کھلے پیکٹ کو۔ دوبارہ ایک سپاٹ نظر اس پہ ڈالی۔

''ضرورت نہیں۔''

''کھا لیں' سر۔ آپ کی طبیعت بہتر ہو جائے گی۔ یقین کریں یہ کڑوا نہیں ہے۔''

وہ جو کار کا دروازہ کھولنے لگا تھا' تیورا کے پلٹا اور برہمی سے اسے دیکھا۔

''تم جان بوجھ کے ایسا کر رہی ہو؟ ہاں؟'' ایک دم سے اسے جھاڑا تو بسکٹ والا ہاتھ ڈھیلا ہو کے نیچے آ گرا۔

''میں صرف....''

''اگر تمہیں جاب نہیں کرنی تو نہ کرو مگر یہ بچوں والی حرکتیں مت کرو۔'' غصے سے جھڑک کے وہ کار کی طرف بڑھ گیا۔

تالیہ کے گلے میں آنسوؤں کا پھندا اٹکنے لگا۔ مگر اس نے آنکھوں کو گیلا نہ ہونے دیا۔ چپ چاپ فرنٹ سیٹ پہ آ بیٹھی۔ عثمان نے بھی خاموشی سے لب سیئے اسٹیرنگ سنبھال لیا۔ ایک لفظ نہ بولا۔ دروازہ بند کر کے تالیہ نے زور سے بسکٹ کا پیکٹ بیگ میں پھینکا۔ سارے بسکٹ اندر بکھر گئے۔ اس نے غصے سے زپ بند کی اور باہر دیکھنے لگی۔

(اکھڑ' مغرور آدمی ہونہہ۔ اگر اس نے ایک دفعہ میرے ساتھ ایسے کیا تو میں اس کی نوکری چھوڑ دوں گی۔ اکیلا رہے پھر یہ ساری زندگی۔) اس نے طے کر لیا تھا۔ بس ایک چانس اور دینا تھا وان فاتح کو۔

☆......☆......☆

پولیس اسٹیشن کی کھڑکیوں سے باہر پھیلی شام دکھائی دے رہی تھی۔ اس بڑے سے ہال نما کمرے میں ٹی وی چل رہا تھا اور کرسی پہ بیٹھا آفیسر' پیپر میز پہ رکھے' برگر کھاتے ہوئے شوق سے میچ دیکھ رہا تھا۔

''مجھے ایک فون کال تو کرنے دو۔'' ایک طرف بنی کوٹھڑی میں سمیع کھڑا اسلاخوں کو تھامے مسلسل منت کر رہا تھا۔ ''خدا کے لئے میری بات سنو۔'' وہ زور سے چلایا تو آفیسر نے برا سا منہ بنا کے گردن موڑی۔ بڑا نوالہ چبانے کے باعث اس کے گال پھولے ہوئے تھے۔ نوالہ حلق میں اتارا اور بولا۔ ''وکیل کو کال کروا تو دی تھی۔ اب اور کیا چاہیے۔''

''ایک کال.... خدا کے لئے صرف ایک کال کرنی ہے دوست کو۔ پلیز۔'' اب وہ جلدی جلدی منت کر رہا تھا۔ آفیسر نے برگر میز پہ رکھا اور اسے گھورتے ہوئے اٹھا۔ پھر موبائل فون لئے اس کے قریب آیا۔

''صرف اس لئے کرنے دے رہا ہوں تاکہ تم میرا میچ خراب نہ کرو۔ پانچ منٹ بات کر سکتے ہو تم۔ صرف پانچ منٹ۔'' اسے گھور کے موبائل تھمایا تو سمیع نے اسے بے قراری سے جھپٹا۔ پھر جلدی جلدی نمبر ملانے لگا۔

آفیسر واپس کرسی پہ بیٹھ گیا اور اپنا برگر اٹھا لیا۔ نظریں ٹی وی پہ جما دیں۔ سمیع بار بار نمبر ملا رہا تھا مگر لمبی گھنٹیوں کے بعد جواب موصول نہیں ہو رہا تھا۔ اس کا دل ڈوب ڈوب کے ابھرنے لگا۔

''ہیلو۔'' بالآخر فون اٹھا لیا گیا۔

''رملی۔ رملی صاحب۔ پلیز فون مت بند کیجیے گا۔ مجھے آپ کو بہت اہم بات بتانی ہے۔'' فرطِ جذبات میں وہ جوش سے تیز تیز کہنے لگا۔

''میں تالیہ مراد کا شوہر ہوں اور مجھے آپ کو تالیہ کے بارے میں کچھ بتانا ہے۔''

☆......☆......☆

حالم کا بنگلہ اس ڈوبتی شام میں اپنے پورے قد کے ساتھ کھڑا تھا۔ اندر لاؤنج کے بڑے صوفے پہ بھاری بھرکم داتن بیٹھی تھی۔ اس کی گھورتی ہوئی نظریں سامنے والے صوفے پہ بیٹھے ایڈم پہ جمی تھیں۔ ٹی شرٹ اور جینز میں ملبوس' وہ سادہ سا نوجوان مسلسل گردن موڑ موڑ کے اطراف کا تنقیدی جائزہ لے رہا تھا۔

وہ دونوں تالیہ کے انتظار میں وہاں بیٹھے تھے۔ ایڈم دیکھ سکتا تھا کہ لاؤنج بہت خوبصورتی سے جدید طرز پہ آراستہ کیا گیا تھا۔ ایک طرف اوپن کچن تھا۔ اوپر جھلملاتے فانوس سجے تھے۔ دائیں طرف زینہ تھا جو اوپر جاتا تھا۔ وسط میں مخملیں صوفے چوکھٹے کی صورت رکھے تھے اور ان پہ وہ دونوں آمنے سامنے بیٹھے تھے۔ ایڈم کی نظریں سائیڈ ٹیبل پہ رکھی ایک نمائشی ایش ٹرے پہ جاٹکیں تو داتن نے ابرو بھینچ کے اسے دیکھا۔

''یہ تالیہ نے بہت محنت سے سنگاپور سے چرائی تھی۔ اس کو بری نظر سے نہ دیکھو۔''

ایڈم نے اثر لئے بغیر نظروں کا رخ دیوار کی طرف موڑا جہاں سنہرے فریم میں ایک پینٹنگ آویزاں تھی۔

''یہ ہم نے ایک میوزیم کے کیوریٹر کی تحویل سے چرائی تھی۔ اصلی پینٹنگ کو نقلی سے بدل کے۔ وہ اصلی بیچنے جا رہا تھا۔ اس کو نہ ہی دیکھو تو اچھا ہے۔''

ایڈم نے محض ایک چبھتی ہوئی نظر داتن پہ ڈالی اور پھر گردن پوری پھیر لی۔ اب وہ کونے میں رکھے ایک گلدان کو دیکھنے لگا تھا۔

''اس کو چرانے کا سوچنا بھی مت۔ یہ ایک نیلامی کے اسٹور روم سے اٹھایا تھا ہم نے اور....''

''اس گھر میں کوئی ایسی چیز بھی ہے جو یہاں اپنی مرضی سے آئی ہو؟'' وہ جل کے بولا تو داتن نے سر سے پیر تک اسے دیکھا۔

''ہاں....تم!''

ایڈم نے سر جھٹکا جیسے بہت ضبط کیا ہو اور پھر میز پہ رکھے لیپ ٹاپ کی طرف اشارہ کیا۔ ''آپ مجھے وہ ویڈیو دکھا دیں جو وان فاتح نے پولیس اسٹیشن میں بنوائی تھی۔ چے تالیہ نے وہی دیکھنے کے لئے مجھے یہاں بلوایا ہے۔''

''مگر وہ خود ابھی تک نہیں آئی۔'' داتن مزے سے ڈھیٹ بنی بیٹھی رہی۔

''اور جب وہ آ کے یہ دیکھیں گی کہ آپ نے اتنی دیر مجھے مشکوک گردان کے فارغ بٹھائے رکھا تو ان کی نظروں میں برا کون بنے گا' ہوں؟'' معصومیت سے پلکیں جھپکائیں۔

داتن کے تاثرات بدلے۔ پہلے اس مخنی سے لڑکے پہ غصہ چڑھا مگر پھر خیال آیا کہ وہ درست کہہ رہا ہے۔ چپ چاپ اٹھ کے لیپ ٹاپ پہ ویڈیو لگانے لگی۔

''میں ملاکہ تین دن کے لئے آیا تھا مگر تین گھنٹے بھی نہ رک سکا۔''

وہ دونوں اب ساتھ ساتھ صوفے پہ بیٹھے تھے اور ایڈم لیپ ٹاپ پہ جھکے غور سے ویڈیو دیکھ رہا تھا جہاں اسکرین پہ فاتح اپنا بیان

ریکارڈ کروا رہا تھا۔

"مگر وہ تو صرف ایک دن کے لئے ملاکہ آئے تھے۔ اور تین گھنٹے سے زیادہ رکے تھے۔"

اس کے یوں بڑبڑانے پہ داتن نے گھور کے اسے دیکھا۔

"میں ملاکہ سے واپس جا رہا تھا کہ میرا باڈی گارڈ میرے پاس آیا۔ یہ ریکارڈ ہو رہا ہے نا؟" اسکرین پہ نظر آتا فاتح کمشنر سے پوچھ رہا تھا۔

"میں ان کا باڈی گارڈ نہیں، باڈی مین تھا۔" ایڈم نے خفگی سے کہا تو داتن نے زور سے پیر زمین پہ پٹخا۔ وہ چونکا۔

"تم چپ کر کے نہیں دیکھ سکتے؟ غلطی سے باڈی گارڈ بول دیا ہوگا۔"

ایڈم نے سر جھٹکا اور خاموشی سے ویڈیو دیکھنے لگا۔ سارا قصہ سنا کے فاتح کہہ رہا تھا۔ "اس کے بعد سے میرا دماغ غنودگی کی سی کیفیت میں ہے۔ میرا باڈی مین...." رکا اور جیسے تصحیح کی۔ "باڈی گارڈ مجھے گھر لایا۔"

ایڈم تیزی سے سیدھا ہوا۔ "نہیں۔ غلطی نہیں ہے یہ۔ وہ جان بوجھ کے غلط الفاظ بول رہے ہیں۔ یہ ویڈیو انہوں نے ہمارے لئے ریکارڈ کی ہے۔ اس میں کوئی پہیلی ہے۔ کوئی بات جو وہ ہمیں بتانا چاہتے ہیں۔"

اب کے داتن چونکی۔ "واقعی۔ اس نے باڈی مین کہتے کہتے باڈی گارڈ کا لفظ بول دیا۔ یہ غلطی نہیں ہو سکتی۔"

ایڈم نے جلدی سے پینٹ سے چھوٹا سا نوٹ پیڈ نکالا اور قلم سے اس پہ الفاظ گھسیٹنے لگا۔ ویڈیو شروع سے لگالی۔

"کیا لکھ رہے ہو؟" اب کے داتن کے چہرے کے زاویے بھی سیدھے ہو گئے تھے۔

"ہر وہ لفظ جو وہ بول رہے ہیں۔ غلط الفاظ کا مطلب ہے، وہ چاہتے ہیں ہم ان کے الفاظ پہ غور کریں۔" ویڈیو ختم ہوئی تو اس نے کاغذ چہرے کے سامنے اٹھا کے غور سے دیکھا۔

"وان فاتح جھوٹ اور غیر ضروری الفاظ دونوں سے احتراز برتتے ہیں۔ اور اس ویڈیو میں...." اس نے پیڈ گھٹنے پہ رکھا اور جگہ جگہ دائرے لگانے لگا۔ "یہ دو الفاظ انہوں نے بار بار دہرائے ہیں۔ "تین" اور "سوال"۔ میں تین دن کے لئے ملاکہ آیا، تین گھنٹے سے زیادہ نہ رک سکا، وہ تین چور تھے، انہوں نے والٹ موبائل اور پیسے مانگے، وہ تین چیزیں جو چور مانگتے ہیں، یہ ویڈیو مجھے تین منٹ کے اندر اندر بھیج دو۔ ضروری نہیں کہ ہر سوال کا جواب ملے، مجھے تم سے بار بار سوال کرنا اچھا نہیں لگے گا۔" وہ جوش سے اس کے الفاظ دہرا رہا تھا۔

داتن نے گال تلے انگلی رکھے سوچتی نظروں سے اسے دیکھا۔ "تین... سوال... اور اس کا کیا مطلب ہوا؟"

ایڈم کا سارا جوش ایک دم جھاگ کی طرح بیٹھ گیا۔ "یہ تو مجھے نہیں پتہ۔"

"ہوں۔" داتن کے لبوں پہ طنزیہ مسکراہٹ بکھر گئی۔ دل کو جیسے سکون پہنچا۔

دفعتاً دروازہ کھلا اور تالیہ اندر داخل ہوتی دکھائی دی۔ ہیٹ اور بیگ ہاتھ میں تھا اور چہرے کے زاویے بگڑے ہوئے تھے۔

''چے تالیہ' وان فاتح نے اس ویڈیو میں کوئی ہنٹ چھوڑا ہے اور...''

''یہ آدمی اپنے آپ کو سمجھتا کیا ہے' ہاں؟'' اس نے آتے ساتھ ہی غصے سے ہیٹ پرے اچھالا۔ وہ دونوں ہکا بکا سے اسے دیکھنے لگے۔

''آرام سے تالیہ۔'' داتن نے دونوں ہاتھ اٹھائے۔ ''مانا کہ یہ لڑکا انتہائی نامعقول' منہ پھٹ اور ناقابلِ برداشت ہے' مگر تم آرام سے بھی اس کو گھر سے نکلنے کا کہہ سکتی ہو۔''

ایڈم نے جواباً کھا جانے والی نظروں سے داتن کو گھورا اور تالیہ نے جھنجھلا کے سیاہ پرس صوفے پہ پھینکا۔

''میں وان فاتح کی بات کر رہی ہوں۔ خود کو کوئی مہاراجہ سمجھتے ہیں وہ.... میں سارا دن ان کی خدمت کروں مگر ان کو میرے ہر کام پہ اعتراض ہوتا ہے۔''

بیگ پھینکنے سے ساری چیزیں الٹ کے زمین پہ جا گریں۔ وہ اب گلابی تمتماتے چہرے کے ساتھ لاؤنج میں آگے پیچھے ٹہلتے ہوئے غصے سے بولے جا رہی تھی۔

''کافی میرے ہاتھ کی زہر لگتی ہے۔ ٹشو مجھ سے لینا پسند نہیں۔ شوگر لو ہو تو بھی میرا دیا بسکٹ نہیں کھائیں گے۔ اتنا غرور' اتنی حقارت۔ مسئلہ کیا ہے اس شخص کے ساتھ۔''

جب کوئی جواب نہ ملا تو وہ کراہ کے پلٹی اور غصے سے ایڈم کو دیکھا۔ ''تم دو منٹ میری ہاں میں ہاں نہیں ملا سکتے؟''

مگر ایڈم اس کے پرس سے گری چیزوں کو دیکھ رہا تھا۔

''یہ پرس چوری کا نہیں ہے' اچھا۔'' داتن نے اسے گھور کے وضاحت دی۔

ایڈم نے جھک کے بسکٹ کا کھلا پیکٹ اٹھایا اور تالیہ کو دیکھا۔

''آپ نے ان کو یہ بسکٹ دیے؟''

''شوگر لو ہو تو اور کیا دیتے ہیں؟ اور یہ ان کے فیورٹ بسکٹ ہیں۔''

ایڈم نے دونوں ابرو بے یقینی سے اٹھائے۔

''چے تالیہ۔ فاتح صاحب کو مونگ پھلی سے شدید الرجی ہے۔ ان کا سانس بند ہو سکتا ہے مونگ پھلی سے' ایک دانہ ان کو آئی سی یو میں پہنچا سکتا ہے اور آپ نے ان کو مونگ پھلی والے بسکٹ دے دیے؟''

ایک دم سے جیسے کسی نے تالیہ پہ ٹھنڈا پانی انڈیل دیا ہو۔ وہ سن سی کھڑی رہ گئی۔

''اور یہ گیلے وائپ....'' ایڈم اب زمین پہ جھکا ایک ایک چیز الٹ پلٹ رہا تھا۔ ''وہ بھی موتیے کی خوشبو والے۔ ان کو یہ خوشبو نا

پسند ہے اور وہ سوکھے ٹشو استعمال کرتے ہیں۔ کافی کون سی بنا رہی ہیں آپ؟''

''کیپیچینو کریم کے ساتھ۔'' وہ ہکلائی۔

''وہ Loctose intalerant ہیں۔ دودھ سے بنی چیزیں نہیں پی سکتے اور آپ ان کو دودھ والی کافی دے رہی تھیں۔ اور یہ اخبار... یہ تو حکومتی پارٹی کا شائع کردہ ہے۔ ان کا حکومتی کالم نگاروں کی تحریریں پڑھ کے بی پی ہائی ہونے لگتا ہے۔''

مگر تالیہ مراد سن نہیں رہی تھی۔ ذہن میں فاتح کے الفاظ گونج رہے تھے۔

''آفس لائف میں تمہیں بہت سے ایسے لوگ ملیں گے جو اپنی خوش اخلاقی اور شہد ٹپکاتی باتوں سے خود کو تمہارا مخلص ترین دوست ثابت کرنے کی کوشش کریں گے لیکن یاد رکھنا۔ آفس لائف میں لوگوں کے اچھے یا برے ہونے کا فیصلہ ان کی میٹھی زبانوں سے نہیں' ان کے عمل سے کرتے ہیں۔ ہمیشہ یہ دیکھتے ہیں کہ یہ شخص جتنی اچھی یا بری باتیں کرلے' کیا اس کے عمل سے مجھے کوئی فائدہ بھی ہو رہا ہے یا نہیں؟''

تو وہ جس کو اس کا تحقیر آمیز رویہ سمجھ رہی تھی' وہ دراصل اس کا ضبط تھا؟ وہ سمجھ رہا تھا کہ وہ جان کے اسے غلط چیزیں دے رہی ہے پھر بھی اس نے اسے نوکری سے نہیں نکالا۔ بس اس کی چیزیں رد کردیں تا کہ وہ خود اپنی تصحیح کرے۔ اس لئے اس نے کہا کہ اس کی پسند ناپسند معلوم کرنا تالیہ کی جاب ہے؟ اور وہ کیا سوچتا ہوگا جب اس نے مونگ پھلی کے بسکٹ دیکھے ہوں گے؟ کہ وہ اسے مارنا چاہتی ہے؟

''تم جان بوجھ کے یہ کر رہی ہو؟'' سارا غصہ ضبط کر کے بس اتنا کہا گویا اسے جھنجھوڑا۔ وہ اسے نوکری سے نہیں نکالنا چاہتا تھا۔ وہ اسے کام کرنے کا موقع دے رہا تھا۔ یا اللہ....وہ اپنا کیا امپریشن دے رہی تھی۔

''عبداللہ....عبداللہ نے مجھے غلط گائیڈ کیا۔'' اس کے ذہن میں جھکڑ چل رہے تھے۔

''عبداللہ کی جگہ آپ مجھ سے پوچھتیں تو....خیر...یہ دیکھیں....''

داتن نے چونک کے اسے دیکھا جواب جوش سے تالیہ کو کاغذ دکھانے لگا۔ تالیہ اس کے ساتھ آ بیٹھی اور بے دھیانی سے سننے لگی۔

''ہم نے اس ویڈیو سے ایک نتیجہ نکالا ہے کہ...''

(ہم نے؟) وہ اپنی ذہانت کو داتن اور اپنا مشترکہ کام بتا رہا تھا۔ داتن کے تنے اعصاب ڈھیلے پڑنے لگے۔

''تین سوال؟ کیا مطلب ہوا اس کا؟'' تالیہ نے بے توجہی سے اسے دیکھا۔

ایڈم نے شانے اچکا دیے۔ ''ہم کیسے جان پائیں گے۔''

''داتن...تھانے کے بعد وہ کہاں گئے تھے؟ یہ ویڈیو تو بارہ بجے کے بعد کی ہے جبکہ وہ چار پانچ بجے تک گھر سے باہر رہے ہیں۔ کیا ہم شہر کے دوسرے سی سی ٹی وی کیمروں سے ان کی نقل و حرکت معلوم کر سکتے ہیں؟''

''ہاں بالکل' میرے پاس جو الہ دین کا چراغ ہے وہ جھٹ سے ایسا کردے گا۔'' داتن مصنوعی ناراضی سے بولی اور اٹھ کھڑی ہوئی۔

''یار داتن....'' تالیہ کراہی۔ایک تو پہلے عبداللہ اور اب یہ داتن....

''ایک دو دکانوں کے باہر لگے کیمروں کی فوٹیج تو میں نکلوا سکتی ہوں مگر ہر سڑک کے کیمرے کا ریکارڈ لینا ناممکن ہے۔مچھلی بنائی ہے میں ن۔اور سنو تم لڑکے....تم کھانا کھا کے جانا۔پتہ نہیں زندگی میں کبھی مچھلی تمہیں نصیب ہوئی بھی ہے یا نہیں۔'' بڑبڑاتے ہوئے کہتی کچن کی طرف چلی گئی۔ایڈم پیچھے سے چمک کے بولا۔

''جب بھی نصیب ہوئی ہے' الحمدللہ حلال کی ہوئی ہے۔''

پھر مڑا تو دیکھا....تالیہ سوچتے ہوئے اسکرین کو دیکھ رہی تھی۔تھوڑی ہتھیلی پہ گرا رکھی تھی۔

''وان فاتح نے اس رات کیا کیا تھا؟ وہ ہمیں کیا بتانا چاہ رہے ہیں جو ڈائریکٹ ای میل میں نہیں لکھ سکے؟ کیا اس جادو سے نکلنے کا کوئی طریقہ ہے؟'' وہ چونکی۔''کیا ان کی یادوں کے واپس آنے کا کوئی راستہ ہے۔''

''آپ کی یادداشت بھی تو ٹکڑوں کی صورت میں کچھ کچھ واپس آئی تھی۔''

''جب میں کے ایل آئی تھی اتنے سال بعد تو ائیرپورٹ پہ مجھے پہلی دفعہ خواب سا دکھائی دیا تھا۔اس کے بعد وقفے وقفے سے کبھی کبھی کوئی بچپن کا وژن آتا تھا۔کبھی ماضی کا۔کبھی مستقبل کا۔''

''جب آپ کو پہلی دفعہ کوئی وژن نظر آیا تھا تو ایسا کیا تھا جو اس کا محرک بنا تھا؟''

''مجھے نہیں یاد ایڈم۔'' اس نے مایوسی سے سر جھٹکا۔''اور ابھی میرے ذہن میں صرف عبداللہ گھوم رہا ہے۔اس کی تو میں کل خبر لیتی ہوں۔''

''دایاں ہاتھ کٹوا دیجیے گا اس کا۔اوہ سوری' یاد آیا۔اب تو آپ کسی کا ہاتھ بھی نہیں کٹوا سکتیں۔'' مسکرا کے بولا اور اپنے کاغذ سمیٹنے لگا۔تالیہ اتنی کبیدہ خاطر تھی کہ جواب میں کچھ بولی ہی نہیں۔

☆......☆......☆

آفس کیبن قطار میں بنے تھے اور اس صبح وہ فون کی گھنٹیوں' ٹائپنگ کی آوازوں اور گفتگو کی بھنبھناہٹ سے گونج رہے تھے۔ ایسے میں عبداللہ اپنی شرٹ کا کالر درست کرتا کیبن کے درمیانی راستے سے گزرتا آگے بڑھ رہا تھا۔راہداری کے ایک طرف وان فاتح کا آفس تھا جس کے باہر تالیہ بیٹھی تھی اور سیکرٹری کی کرسی پہ عثمان براجمان لیپ ٹاپ پہ کام کرتا دکھائی دے رہا تھا۔

''سر اندر ہیں؟ انہوں نے بلوایا تھا۔'' عبداللہ خوش دلی سے کہتا قریب آیا تو عثمان نے چونک کے گردن اٹھائی۔

''سر نے بلوایا؟ کس وقت کے لئے؟'' اس نے اچنبھے سے کہتے اپنی ڈائری کھولی تو تالیہ مسکراتی ہوئی کھڑی ہوئی۔ پھولدار فراک پہ سر کے اوپر ترچھا سفید ہیٹ جما رکھا تھا۔

''بہت اچھا لگا تمہیں یہاں دیکھ کے عبداللہ۔'' وہ بہت اپنائیت سے کہہ رہی تھی۔ ''دراصل میں نے بلوایا تھا تمہیں۔''

عبداللہ کی مسکراہٹ پھیکی پڑی۔ اس کا ماتھا ٹھنکا۔ ''چے تالیہ.... میں....''

''شش!'' تالیہ نے مسکراتے ہوئے لبوں پہ انگلی رکھی اور چند قدم چل کے قریب آئی۔ اب اس کے عین سامنے کھڑے اس کی آنکھوں میں جھانکا۔ ''یہ تمہاری لکھائی میں لکھی جے ڈی ہے عبداللہ'' شفاف پلاسٹک بیگ میں مقید کاغذ لہرایا۔ ''اس کو جانتے ہو میں نے پلاسٹک بیگ میں کیوں بند کر رکھا ہے؟''

عبداللہ نے تھوک نگلا مگر بظاہر کندھے اچکائے۔ ''دیکھیں میں....''

''کیونکہ یہ Conspiracy to murder کا ثبوت ہے۔'' وہ مسکراتے ہوئے چبا چبا کے کہہ رہی تھی۔ ''تم نے لکھا کہ وہ مونگ پھلی کے بسکٹ شوق سے کھاتے ہیں۔ تم ان کو میرے ہاتھوں قتل کروانا چاہتے تھے کیا؟''

''چے تالیہ۔'' عثمان اٹھ کھڑا ہوا اور مصالحتی انداز میں مداخلت کی کوشش کی تو وہ تیزی سے اس کی طرف گھومی۔ ''عثمان صاحب' آپ جانتے تھے کہ یہ مجھے غلط گائیڈ کر کے گیا ہے لیکن آُ نے ایک دفعہ بھی مجھے احساس نہیں دلایا۔ جیسے تب چپ رہے ویسے اب بھی چپ رہیں۔'' پھر شعلہ بار نظروں سے واپس عبداللہ کو دیکھا۔

''چے تالیہ... غلطی سے شاید....''

''اپنی وضاحت بچا کے رکھو۔ تم صرف مجھے ڈانٹ پڑوانا چاہتے تھے' میں جانتی ہوں تم ان کو قتل نہیں کرنا چاہتے اور یہی بات تم اندر جا کے انہیں بتاؤ گے۔''

''چے تالیہ۔ دیکھیں یہ....''

''اگر تم نہیں بتاؤ گے تو میں بتا دوں گی لیکن تمہیں زندگی گزارنے کا ایک گُر بتاؤں عبداللہ؟ جس کو دھوکہ دیا جاتا ہے' اس کو اپنے منہ سے سچ بتانا بہتر ہوتا ہے بجائے اس کے کہ اسے کسی تیسرے شخص سے پتہ چلے۔ جاؤ۔ وہ تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔''

پلاسٹک بیگ اس کی طرف بڑھایا تو عبداللہ نے لب بھینچ لئے اور بیگ تھاما۔ پھر دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

عثمان کرسی پہ بیٹھ گیا لیکن بار بار افسوس سے بند دروازے کو دیکھتا تھا۔

''چے تالیہ یہ آفس کے معاملات ہمیں آپس میں حل کرنے چاہیے ہیں۔ ہر بات باس کو بتانا آپ کے لئے مشکلات کھڑی کر سکتا ہے۔''

''عثمان انچے! (صاحب)'' اس نے سینے پہ بازو لپیٹے اور مسکرا کے اسے دیکھا۔ ''ایک بات آج آپ میری لکھ کے رکھ لیں۔ تالیہ مراد اگر سب کے ساتھ ایمانداری سے معاملات کر رہی ہے' تو اس کے ساتھ غلط بیانی کرنے والے کو سزا ملنی چاہیے۔''

عثمان نے خاموشی سے لیپ ٹاپ اپنے سامنے کر لیا اور ٹائپ کرنے لگا۔

کچھ دیر بعد عبداللہ باہر آیا اور خاموشی سے تالیہ کو دیکھتے ہوئے کاغذ کے چار ٹکڑے کر کے ڈسٹ بن میں پھینکے۔

''آئی ایم سوری! بے تالیہ۔'' جیسے زبردستی یہ الفاظ ادا کیے۔ پھر ٹھہرا۔ ''آپ باس کو پہلے ہی بتا چکی تھیں تو مجھے اعتراف کرنے کو کیوں کہا؟''

''یہ بتایا تھا کہ غلطی کی ہے۔ یہ نہیں بتایا تھا کہ کیا غلطی کی ہے۔ بہر حال' باس نے یقیناً تمہیں کہا ہوگا کہ مجھ سے معافی مانگنے کے بعد میں تمہیں عثمان سے لیٹر بنوا دوں گی۔''

''میرا ٹرمینیشن لیٹر' رائٹ!'' وہ کڑواہٹ سے بولا۔ چہرے پہ بے بسی بھرا غصہ تھا۔ تالیہ نے پرس سے ایک کاغذ نکالا اور عثمان کی میز پہ لا رکھا۔

''یہ عبداللہ کا اپائنٹمنٹ لیٹر ہے۔ ہم عبداللہ کو اکاؤنٹس میں ایک بہتر جاب دے رہے ہیں۔'' وہ جتنی سنجیدگی سے بولی' عثمان کا منہ کھل گیا۔ عبداللہ نے بھی بے یقینی سے اسے مڑ کے دیکھا۔

''آپ مجھے جاب دلوا رہی ہیں؟ دوبارہ؟''

''ہاں' کیونکہ تم نے وان فاتح سے سچ بولا ہے۔ اور تمہاری اس سے بڑی سزا کیا ہوگی کہ تم روز ایک ہی آفس میں ان کا سامنا کرو گے اور روز اپنی حرکت پہ شرمندہ ہو گے۔'' رکھائی سے کہہ کے عبداللہ کو گھورا۔ عبداللہ دل سے شرمندہ نہ تھا' اسے بے بسی بھرا غصہ چڑھا ہوا تھا' مگر اس بات نے اس پہ گویا گھڑوں پانی ڈال دیا۔ چپ چاپ عثمان کے قریب چلا آیا۔

(اگر اپنی لکھائی میں نہ لکھتا تو یہ کبھی میرے خلاف اسے نہ استعمال کر سکتی۔)

تالیہ کافی بنا کے واپس آئی تو عبداللہ جا چکا تھا اور عثمان اسی طرح بیٹھا تھا۔ اسے دیکھ کے کھنکھارا۔

''مجھے خوشی ہے اس کی جاب نہیں گئی' بے تالیہ۔ جاب کا چھوٹ جانا انسان کے ساتھ کیا کر دیتا ہے' آپ نہیں جانتیں۔'' عثمان نے تنبیہہ کی مگر اس نے محض سر جھٹک دیا۔

''اعمال کے نتائج ہوتے ہیں جو بھگتنے پڑتے ہیں۔''

فاتح عینک لگائے ایک فائل کا مطالعہ کر رہا تھا۔ کوٹ اسٹینڈ پہ ٹنگا تھا اور وہ شرٹ کے آستین موڑے' ٹائی ڈھیلی کیے میز پہ کہنیاں رکھے بیٹھا تھا۔ اسے دیکھ کے نظریں اٹھائیں۔

''تو اس نے تمہیں غلط ڈی جے دی تھی؟ معافی مانگی اس نے تم سے؟'' انداز دوستانہ تھا۔

صبح اس کی ساری بات سن کے اس نے بس یہی کہا تھا کہ وہ تم سے معافی مانگ لے تو ہم اسے دوبارہ اسی آفس میں accomodate کر دیں گے۔

''جی سر' مانگ لی۔ پوچھ سکتی ہوں کہ آپ نے اسے جاب سے کیوں نہیں نکالا؟'' اس نے کافی کا مگ اس کے سامنے میز پہ رکھا اور اچنبھے سے بولی۔ ''آپ تو سچ جھوٹ کے معاملے میں بہت سخت ہیں۔ پھر کیوں اسے رکھ لیا؟''

''کیونکہ مجھے الیکشن لڑنا ہے' تاشہ۔ میں اپنے ساتھ سولہ گھنٹے گزارنے والے لڑکے کو اس موقع پہ اپنا دشمن نہیں بنا سکتا۔ اور یہ تم لوگوں کی ایک دوسرے کے خلاف آفس پالیٹکس تو چلتی رہے گی۔'' وہاں سکون ہی سکون تھا۔

''رائٹ سر۔ یہ رہی آپ کی کافی' جو آپ کو واقعی پسند ہے۔'' پھر اس نے ایک گم کا پیکٹ میز پہ رکھا۔ ''یہ رہی crunchy gums کیونکہ آپ کام کرتے ہوئے soggy gums نہیں چباتے۔ اور ہاں.... آپ کے کوٹ سے آپ کی فلیگ پن گر گئی تھی تو میں یہ نئی لے آئی ہوں۔ دو ایکسٹرا فلیگ پنز میرے بیگ میں بھی ہیں۔'' مہارت سے بتاتے ہوئے وہ اسٹینڈ تک آئی اور ایک ننھی جھنڈے والی پن اس کے کوٹ پہ لگائی۔ فاتح نے مسکرا کے اسے دیکھا۔

''اور اب تمہیں ایک دم سے میری پسند ناپسند کا علم ہو گیا؟''

''وہ کیا ہے سر کہ یہ میری جاب ہے۔'' تالیہ مراد اس کی طرف گھومی اور مسکرا کے بولی۔

''میں نے عبداللہ پہ بھروسہ کر کے سستی دکھائی تھی لیکن اب میں نے آپ پہ ریسرچ کی ہے اور آپ کے نئے پرانے سب انٹرویوز دیکھ اور پڑھ ڈالے۔ امید ہے اب میں آپ کی ہر چیز کا خیال رکھ سکوں گی۔ ویسے آپ کا وہ بٹوہ کہاں گیا جس میں آپ پاپ کارن کے دانے رکھتے تھے؟''

ایک دم گرم کڑوے گھونٹ نے فاتح کی زبان جلا ڈالی۔ اس نے تیزی سے مگ نیچے کیا۔ مسکراہٹ غائب ہوئی اور پیشانی پہ سلوٹیں پڑیں۔

''کون سا بٹوہ؟ یہ کس نے کہا تمہیں؟''

''آپ نے۔ آپ نے ہی تو کہا تھا کہ آپ کی پسند ناپسند کا پتہ چلانا میری جاب ہے اور میں اپنی جاب آخری حد تک کرنا جانتی ہوں سر۔ انٹرویو والے روز میں نے آپ سے کہا تھا نا' تالیہ مراد کو سب کرنا آتا ہے۔ امید ہے الیکشن تک آپ مجھے بھی فائر کرنے کا نہیں سوچیں گے۔ وہ بٹوہ آپ کے پاس ہوتا تھا ہمیشہ۔ اب نہیں ہے۔ اسے ڈھونڈ لیجیئے گا۔'' جتاتی مسکراہٹ سے کہتی وہ مڑی اور باہر نکل گئی۔

وان فاتح کچھ دیر لب بھینچے بیٹھا رہا۔ پھر موبائل اٹھایا اور تیزی سے انگلیوں کو کی پیڈ پہ حرکت دی۔

''حالم.... کچھ علم ہوا کہ اس رات میرے ساتھ کیا ہوا تھا؟'' ایک یہی معمہ تھا جو حل نہیں ہو رہا تھا۔

وہ باہر کرسی پہ بیٹھی اس کا پیغام پڑھ رہی تھی۔ پھر جواب لکھنا شروع کیا۔

''میں کوشش کر رہا ہوں' فاتح صاحب۔ امید ہے آپ کو مایوس نہیں کروں گا۔''

پھر اس نے ہینڈز فری کانوں میں لگائے اور وہیں بیٹھے بیٹھے وہ ویڈیو دوبارہ دیکھنے لگی۔ رات تو عبداللہ کی وجہ سے ذہن بٹا ہوا تھا۔ اب پوری توجہ سے اس کا ایک ایک لفظ سننے لگی۔ تین.... سوال.... وہ ان الفاظ کو بار بار دہرا رہا تھا۔ آخر کیا مطلب تھا ان کا؟

وہ سمجھنے سے قاصر تھی۔

☆......☆......☆

وہ ایک شور سے بھرپور آفس تھا۔ لوگ ہر کونے سے گویا نکل نکل کے آ جا رہے تھے۔ فون کی گھنٹیاں کانوں میں صور پھونک رہی تھیں۔ ہر کوئی بول رہا تھا' چل رہا تھا۔ ایسے میں ایڈم بن محمد ایک فولڈر تھامے دھڑکتے دل کے ساتھ راہداری میں آگے بڑھ رہا تھا۔ ایک دروازے کے سامنے وہ رکا' اور ٹائی درست کی۔ تالیہ کی ہدایت کے مطابق اس نے سوٹ پہنا تھا جس میں وہ شدید غیر آرام دہ تھا۔ دروازے کو کھٹکھٹایا اور اندر جھانکا۔

اندر ایک ادھیڑ عمر صاحب فائلوں میں الجھے بیٹھے تھے۔ وہ ایک ٹیبلوئڈ کا دفتر تھا۔ یہ دلچسپ اور سنسنی خیز قسم کے میگزین ہوتے ہیں جو عام خبروں سے زیادہ چٹ پٹے اسکینڈلز کو ترجیح دیتے ہیں۔ اس آفس میں بھی جا بجا ایسے ہی پوسٹر لگے تھے۔ اسے دیکھ کے ان صاحب نے ہاتھ سے اشارہ کیا۔

''آجاؤ' آجاؤ۔'' پھر بالوں کو کھجایا۔ الجھے انداز میں فائلز آگے پیچھے کیں۔ وہ شدید مصروف نظر آتے تھے۔

''میں حالم کے ریفرنس سے آیا ہوں۔'' وہ سامنے بیٹھا اور کھنکھارتے ہوئے فولڈر میز پہ رکھا۔ ''اس میں حالم کی طرف سے ایک سفارشی لیٹر بھی ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ آپ کو ایک رپورٹر کی ضرورت ہے۔ جو حقیقی واقعات کو دلچسپ کہانی کی صورت لکھ سکے۔''

''دیکھو میاں ضرورت تو ہمیں کسی کی نہیں ہے' لیکن حالم کے احسان بہت ہیں مجھ پہ تو میں تمہیں نوکری دے دیتا ہوں۔'' انہوں نے فولڈر اپنے قریب کھسکایا مگر اسے کھولا نہیں۔ بس سادے انداز میں بتانے لگا۔ ایڈم کے کندھے ڈھلک گئے۔ لیکن پھر دوبارہ اپنے جوش کو جگاتے ہوئے بولا۔

''اگر آپ مشہور ایکٹرس ڈیزی مل کے اسکینڈل پہ لکھی میری تحریر پڑھ لیں تو میں شکر گزار ہوں گا۔ اور....''

''سمجھو میں نے پڑھ لی۔ اور تمہیں بطور فری لانس رپورٹر رکھ رہا ہوں۔ تنخواہ مل جایا کرے گی اور آفس آؤ نہ آؤ تمہاری مرضی ہے۔ چاہے سارے شہر کی خاک چھانتے رہو' مگر ہفتے میں ایک دن آ کے تمہیں کوئی سنسنی خیز اسٹوری جمع کرانی ہوگی۔ ہمارا ٹیبلوئڈ پرنٹ سے زیادہ آن لائن چلتا ہے۔ دیکھو میاں یہ کتابوں کا دور تو رہا نہیں۔ یہ اسکرین کا دور ہے' اس لئے تصویریں' ویڈیوز' آرٹیکلز' جو بھی ہو لے آیا کرو۔ اب اگر تمہاری طبیعت پہ گراں نہ گزرے تو باہر تشریف لے جاؤ کیونکہ میں اس اداکارہ کے ایکدم اسکارف اوڑھ لینے کو کوئی سازشی رخ دے کر کہانی بنانا چاہ رہا ہوں۔'' ایک تصویر لہرا کے دکھائی۔ وہاں تو نہ لحاظ تھا' نہ مروت۔ کھڑوس ایڈیٹر نے ایک ہی سانس میں اس کے

سفارشی اور اپنے جھوٹے ہونے کی تصدیق کی اور جانے کا اشارہ کیا۔

"پڑھ ضرور لیجیے گا' سر۔" وہ گہری سانس لے کر بولا اور پھر تھکے تھکے انداز میں باہر نکل گیا۔

(کتابوں کا دور نہیں رہا۔) یہ الفاظ میگزین کے دفتر سے گھر تک اس کا پیچھا کرتے آئے تھے۔ گھر کے قریب چھوٹی سی مارکیٹ میں وہ کتابوں کی دکان کے سامنے رک گیا۔ بدقت قدم اٹھائے اور قریب آیا۔

"بنگارایا ملایو ہے؟" تھوک نگل کے استفسار کیا۔ وہ کورس کی کتاب تھی اور ہر جگہ مل جاتی تھی۔ دکاندار نے جھٹ اسے تھما دی۔ ایڈم نے دونوں ہاتھوں میں اسے تھاما اور اوپر چہرے کے سامنے لے آیا۔ دھوپ میں اس کا سرورق چمک رہا تھا۔

ملایا کا پھول

از آدم بن محمد۔

ایک اداس مسکراہٹ اس کے لبوں پہ بکھر گئی۔ پھر اس نے نفی میں سر ہلایا اور کتاب واپس کر دی۔ دکاندار حیران ہوا۔

"نہیں چاہیے؟"

(ایسی کتابیں پڑھ کے ماضی کی خوفناک قید یاد آنے لگے گی اور اس سب کو یاد کرنے کے لئے بہت حوصلہ چاہیے۔) دل میں سوچا مگر کہا صرف اتنا۔

"ابھی نہیں۔ کچھ وقت گزر جائے تو شاید اسے خرید لوں یا جیسے بچپن میں چوائس میں چھوڑ دیا تھا' اب بھی چھوڑ دوں۔ اس کو پڑھنا یا نہ پڑھنا میری اپنی چوائس ہے۔"

دکاندار نے کتاب رکھ لی اور ایک اچٹتی نظر اس نوجوان پہ ڈالی جو اب قدم اٹھاتا دور جا رہا تھا۔ دنیا عجیب و غریب نمونوں سے بھری پڑی ہے۔ دکاندار نے سوچا اور سر جھٹک کے واپس کام کرنے لگ گیا۔

وہ گھر میں داخل ہوا تو چھوٹے باغیچے میں ٹھنڈی چھایا اتری تھی۔ مرغی اپنے پنجرے میں پرسکون بیٹھی چوزوں کو پروں میں دبائے ہوئے تھی۔ دیوار پہ رکھی باجرے کی پلیٹ سے پرندے دانے چگ رہے تھے۔ اس نے اندر آ کے گیٹ بند کیا تو پرندے جھپاک سے اڑ گئے۔ وہ سیدھا ہوا تو دیکھا' برآمدے میں ماں کھڑی سوگوار گیلی نظروں سے اسے دیکھ رہی ہے۔

"ماں؟ کچھ ہوا ہے کیا؟" اس کا ہاتھ دھیرے سے پہلو میں آ گرا۔ نظریں ماں پہ جم گئیں۔

"ایڈم۔ فاطمہ کے والد نے شادی سے انکار کر دیا ہے۔ منگنی کا سامان بھی واپس بھیج رہا ہے۔" ایبو نے پلکیں جھپکائیں تو آنسو ٹوٹ کے گرتے گئے۔ ایڈم نے دیکھا' پہلے بائیں آنکھ سے آنسو گرا تھا۔ اس نے کہیں پڑھا تھا کہ جب انسان دکھ سے روتا ہے تو آنسو بائیں آنکھ سے پہلے گرتا ہے۔ جب خوشی سے روتا ہے تو دائیں سے۔ اس کی نظر اس آنسو کے ساتھ نیچے لڑھکتی گئی۔

''میں نے ان کو بہت سمجھایا مگر وہ نہیں مانے۔تمہاری نوکری کو اتنا بڑا مسئلہ بنا دیا۔''

''مجھے....''اس کے الفاظ ٹوٹے۔''نوکری مل گئی ہے' ایبو۔''

آنسو پہ ٹکی نظر ایبو کی تھوڑی کے ساتھ نیچے جھکی۔''تنخواہ بھی اچھی ہے۔اور نوکری بھی۔''

''وہ اپنا ذہن بنا چکے ہیں۔اب نہیں بدلیں گے۔''

''کوئی بات نہیں' ایبو۔'' آنسو گریبان میں جذب ہو گیا تو ایڈم کا سکتہ ٹوٹا۔بس گہری سانس لی اور آگے آیا۔''میں افسردہ نہیں ہوں۔''

''ایڈم' تم میرا دل رکھنے کے لئے کہہ رہے ہو' مجھے معلوم ہے۔'' ایبو نے بے آواز روتے ہوئے اس کا بازو تھاما تو اس نے نرمی سے نفی میں سر ہلایا۔

''نہیں' ماں۔ میں نے ایک بات جان لی ہے کہ کچھ لوگ ہماری زندگی میں صرف تھوڑے وقت کے لئے آتے ہیں۔اللہ تعالیٰ ان کو لاتا ہے اور پھر نکال کے لے جاتا ہے۔تکلیف ہوتی ہے مگر دنیا کا کوئی انسان ایسا نہیں ہے جس نے کسی کو کھویا نہ ہو۔سب کسی نہ کسی کو کھوتے ہیں' ماں۔کوئی بے وفائی کے ہاتھوں' کوئی موت کے باعث اور کوئی ذرا سی غلط فہمی کی وجہ سے۔''

''مگر تمہارا کوئی قصور نہیں تھا۔بے قصور ہوتے ہوئے کوئی ہمیں چھوڑ دے....یہ تو ناانصافی ہوتی ہے۔''

''کہا نا' لوگ ہمیں کچھ سکھانے کے لئے آتے ہیں۔اور اللہ تعالیٰ ان کو اس لئے ہم سے دور کر دیتا ہے تاکہ ہم اپنے آپ سے قریب ہو سکیں۔میں اپنے اصل سے متعارف ہو چکا ہوں' ماں۔ مجھے زندگی کی کچھ کچھ سمجھ آنے لگی ہے۔میں نے فاطمہ کے لئے لکھنا نہیں چھوڑا۔کسی عام سی زندگی اور نوکری پہ راضی نہیں ہو گیا۔مجھے عام زندگی نہیں چاہیے۔''ماضی'' نے مجھے یہ سکھایا ہے کہ اگر ایڈم بن محمد کے تایا اس کے بارے میں بڑے خواب دیکھ سکتے تھے' تو ایڈم ان کو پورا بھی کر سکتا ہے۔''

''ایڈم....تم کچھ دن ہر چیز سے دور ہو کے چھٹیاں گزارنے کہیں دور چلے جاؤ۔اپنے ذہن کو سکون دو اور....'' ایبو پریشانی سے اس کا اتنا پرسکون انداز دیکھ رہی تھی۔

''اس شور ہنگاموں سے بھرپور دنیا سے دور بہت چھٹیاں گزار لیں ایڈم نے' ماں۔اب اس دنیا میں واپس آنے کا وقت ہے۔اب اس دنیا کے راز کھوجنے کا وقت ہے۔میں ملاکہ جا رہا ہوں۔وہاں کچھ ہے جو میرا منتظر ہے۔''

نرمی سے کہہ کے وہ اندر کی طرف بڑھ گیا۔ایبو اسے بھیگی آنکھوں سے جاتے دیکھتی رہی۔وہ ٹوٹے دل کے ساتھ نوکری کیسے کرے گا؟ وہ پریشان تھی۔مگر وہ یہ نہیں جانتی تھی کہ اس کا دل قدیم ملاکہ میں کب کا ٹوٹ چکا تھا۔اب تو دل کو دوبارہ سے جوڑنے کا وقت تھا۔

☆......☆......☆

رات بھر بارش برستی رہی تو صبح تک کے ایل کی سڑکیں خوب گیلی اور موسم خوب ٹھنڈا ہو چکا تھا۔سڑک پہ گاڑیاں معمول کی رفتار

سے گزر رہی تھیں اور فٹ پاتھ پہ وان فاتح تیز تیز دوڑتا جا رہا تھا۔ اس نے ٹراؤزر پہ سیاہ ہُڈی پہن رکھی تھی جس کی ہُڈ پیچھے کو گری تھی۔ پسینے میں شرابور وہ کانوں میں ہینڈز فری لگائے' بس بھاگتا جا رہا تھا۔

ایک دم ایک سائیکل عین اس کے سامنے آ رکا۔ وہ تیزی سے رکا اور پیچھے ہٹا۔ اگر بروقت نہ رکتا تو سائیکل والے سے ٹکرا جاتا۔ کانوں سے ہینڈز فری نکالتے وہ خفگی سے اس لڑکے کو ٹوکنے لگا تھا کہ اس نے ایک پیکٹ فاتح کی طرف بڑھایا۔

''حالم کی طرف سے۔'' ہیلمٹ والے بائیک میسنجر نے پیغام دیا' پیکٹ تھمایا اور زن سے سائیکل موڑ کے آگے لے گیا۔

فاتح نے گہری سانس بھری اور پیکٹ لئے ایک بنچ پہ آ بیٹھا۔ جاگنگ کے باعث تنفس تیز تھا اور بال بھیگ چکے تھے۔ اس نے پیکٹ کھولا تو اندر چند تصاویر تھیں۔ وہ باری باری ان کو دیکھے گیا۔ پھر فون نکالا اور کال ملائی۔

''ایک کام تو کر دیا میں نے آپ کا۔'' حالم کی مطمئن آواز سنائی دی تھی۔ ''فائل چرانے والی تالیہ نہیں تھی۔ اس کا ثبوت بھیج دیا ہے۔''

''ہاں دیکھ رہا ہوں۔ یہ سی سی ٹی وی کی تصاویر ہیں۔'' وہ تصویروں کو الٹ پلٹ کر کے دیکھ رہا تھا۔ ''ان میں وہ اشعر کی پارٹی سے نکل کے کیب میں بیٹھتی دکھائی دے رہی ہے۔ اور پھر وہ کیب میں اپنے گھر کے سامنے اتر رہی ہے۔ اور یہ....'' اس نے آخری تصویر کو سیدھا کیا۔

''یہ ایڈم ہے میرا باڈی مین.... یہ اس رات تاشہ کی گاڑی میرے پورچ سے لے جا رہا ہے۔''

''جی۔ میں غلط تھا۔ اس رات تالیہ مراد آپ کے گھر نہیں آئی تھی۔ وہ تو کیب میں گھر گئی تھی۔''

''یعنی فائل تالیہ نے نہیں چرائی۔'' اس نے کرب سے آنکھیں بند کر لیں۔ ''میں خواہ مخواہ اس کو الزام دیتا رہا۔'' حالم کی طرف خاموشی چھا گئی۔ اس کے پاس کہنے کو کچھ نہ تھا۔

''تو کیا ایڈم نے؟''

''ہرگز نہیں۔'' حالم نے تیزی سے کہا۔ ''وہ ایسا نہیں کر سکتا۔ وہ کار لے کر چلا گیا تھا۔ یقیناً اشعر نے کسی چور کو ہائر کیا ہو گا۔''

''حالم۔ تمہیں کیا میں بے وقوف لگتا ہوں؟'' اس نے سنجیدگی سے کہتے ہوئے تصاویر پیکٹ میں ڈالیں۔ ''اگر تمہیں میرے گھر کی سی سی ٹی وی فوٹیج مل گئی ہے جس میں ایڈم آتا اور جاتا دکھائی دے رہا ہے تو تمہیں اس رات کی پوری فوٹیج بھی مل گئی ہو گی جس میں وہ چور داخل ہوتا دکھائی دیا ہو گا۔ سوال یہ ہے کہ تم مجھے اس کے بارے میں کیوں نہیں بتا رہے؟''

''سر! اشعر نے فائل چرائی تھی۔ چاہے جیسے بھی چرائی ہو۔ میں نے آپ کو فائل واپس لا دی ہے۔ آپ ان بے کار باتوں میں کیوں الجھتے ہیں۔''

''کیا وہ کوئی میرا قریبی شخص ہے جسے تم بچا رہے ہو؟ کوئی خاص ملازم؟ میرا سیکرٹری عثمان؟ مجھے معلوم ہونا چاہیے کہ کون میرا

دشمن ہے اور دوست۔"

"فاتح صاحب ان سوالوں کے پیچھے نہیں پڑنا چاہیے جن کے جواب اگر معلوم ہو جائیں تو ہمیں برے لگیں۔ اگر کسی قریبی شخص سے غلطی ہو بھی گئی ہے تو میں سیکنڈ چانس پہ یقین رکھنے والا انسان ہوں۔ خدا حافظ۔" اور فون بند ہو گیا۔

وہ جاگنگ کے بعد اپنے گھر میں داخل ہوا تو اس کی کار کے ساتھ تالیہ کھڑی تھی۔ گارڈ فاصلے پہ مستعد کھڑے تھے۔ اسے دیکھتے ہی وہ سیدھی ہوئی اور جوس کی بوتل اس کی طرف بڑھائی۔

"السلام علیکم سر۔" فاتح نے سلام کا جواب دیا اور ایک گہری نظر اس پہ ڈالتے ہوئے بوتل تھام لی (تو یہ لڑکی چور نہیں تھی!)۔ پھر ڈھکن کھولتے ہوئے سوچ کے بولا۔

"تمہاری پینٹنگ بن گئی کوملاکہ والے گھر میں بنانا تھی؟" انداز نرم تھا۔

"بس سمجھیں کام ہو ہی گیا ہے۔"

"تم اب بھی وہ گھر خریدنا چاہتی ہو؟" سرسری سا پوچھتے ہوئے بوتل لبوں سے لگائی۔ تالیہ سادگی سے مسکرائی۔

"نہیں سر.... میں چابی کچھ روز میں آپ کے حوالے کر دوں گی۔"

وان فاتح کے اندر افسوس سا ابھرا۔ مگر بولا کچھ نہیں۔ خاموشی سے بوتل اونچی کیے گھونٹ بھرتا رہا۔ وہ منتظر سی اس کا بوتل والا ہاتھ دیکھتی رہی۔ کیونکہ بوتل اس نے تالیہ کو ہی پکڑائی تھی۔ ہاتھ کا زخم اب مندمل ہو چکا تھا۔ نظریں انگلیوں سے کلائیوں تک پھسلیں تو ایک دم وہ منجمد ہو گئی۔ پھر احساس ہوا کہ وہ بوتل بڑھائے ہوئے ہے۔ گڑبڑا کے جلدی سے اسے تھاما۔ وہ ناخوش لگتا تھا۔

"آپ کا پسندیدہ جوس تھا یہ سر۔"

"یہ بات نہیں ہے۔ میرے ٹیسٹ بڈز آج کل کسی شے کو پسند نہیں کر رہے۔" وہ سر جھٹک کے بولا پھر اسے یک ٹک خود کو دیکھتے پا کے پوچھا۔ "کیا؟"

"آپ کی گھڑی دیکھ رہی تھی۔" وہ سنبھلی۔ "آپ یہ اپنے ساتھ آفس نہیں پہن کے آتے' ہے نا۔"

"یہ فٹنس واچ ہے' لڑکی۔ صرف ورک آؤٹ کے وقت پہنتا ہوں۔" وہ سر جھٹک کے آگے بڑھ گیا۔

تالیہ کے لبوں پہ مسکراہٹ بکھر گئی۔

"اس رات وان فاتح کہاں گئے تھے' یہ جاننا کچھ مشکل نہیں ہے' داتن۔" وہ کار سے ٹیک لگائے مسکرا کے میسیج ٹائپ کر رہی تھی۔

"اس رات کی ویڈیو میں گھر سے نکلتے فاتح نے فٹنس واچ پہن رکھی تھی۔ وہ جاگنگ کے علاوہ اسے کبھی نہیں پہنتے۔ وہ گھڑی ایک "کلیو" تھا۔ فٹنس واچ میں جی پی ایس ہوتا ہے۔ ہمیں اس گھڑی کا ڈیٹا چاہیے۔ اس رات وہ کس سڑک' کس جگہ سے گزرے ہیں' اور

وہاں کتنی دیر رہے ہیں' سارا نقشہ سامنے آ جائے گا۔ وہ چاہتے تھے کہ میں ان کے قدموں کے نشانات کا پیچھا کروں۔ اس لئے انہوں نے جان بوجھ کے وہ واچ پہنی تھی۔" اس کی مسکراہٹ گہری ہو رہی تھی۔

وہ اندر آیا تو عصرہ ڈائننگ ٹیبل پہ موجود ناشتہ کر رہی تھی۔ بس ایک نگاہ غلط اس پہ ڈالی اور توس پہ جام لگانے لگی۔

"تم کاغذاتِ نامزدگی واپس لے رہے ہو یا نہیں' فاتح؟" عجیب انداز تھا اس کا۔

"تم نے اس رات تاشہ کو ہمارے گھر سے کار لے جاتے خود دیکھا تھا؟" وہ تولیے سے گردن پونچھتا سامنے آیا اور سنجیدگی سے پوچھا۔ عصرہ نے اس غیر متوقع سوال پہ چونک کے اسے دیکھا۔ پھر کندھے اچکائے۔

"ہاں اس نے کہا تھا کہ وہ کار لینے جا رہی ہے اور ملازموں نے بھی یہی بتایا تھا کہ وہ خود آئی ہے۔ کیوں؟"

"ملازموں کو بلواؤ۔ میں دوبارہ پوچھنا چاہتا ہوں۔"

عصرہ نے زور سے چھری پلیٹ میں رکھی اور چہرہ اٹھا کے ناگواری سے اسے دیکھا۔ "تمہیں میری بات کا یقین نہیں ہے کیا؟"

وہ تولیے کو گردن اور بازوؤں پہ ملتے ہوئے غور سے اسے دیکھا۔ "اتنا غصہ کیوں عصرہ؟"

عصرہ نے بے بسی سے نیپکین پرے پھینکا۔ "مجھے نہیں معلوم اس نے فائل چرائی تھی یا نہیں' لیکن کیا ہم اس ٹاپک کو بند کر سکتے ہیں؟ جب سے یہ لڑکی ہماری زندگی میں آئی ہے' ہر چیز خراب ہونے لگی ہے۔" وہ غصے سے کہہ رہی تھی۔ "کیا اب ہم اس کی وجہ سے صبح صبح لڑیں گے؟"

"اس کو ہماری زندگی میں کون لایا ہے؟ میں یا تم؟" فاتح نے سوالیہ انداز میں کندھے اچکائے۔ "تم نے کہا اس کو ڈنر پہ بلاؤ۔ اس کو اچھا ٹریٹ کرو۔ وہ گھائل غزال خریدے گی۔ تم نے کہا اسے ملاکہ والا گھر دے دو۔"

"یہ تو نہیں کہا تھا کہ اسے چوبیس گھنٹے سر پہ سوار کر لو۔" وہ نہ جانے کس بات پہ اتنی غصہ تھی۔ "یہ صبح صبح یہاں کیوں آ جاتی ہے؟"

"کیونکہ تمہارے بھائی نے کہا تھا کہ اسے جاب دو۔ وہ باہر کھڑی اپنا کام کر رہی ہے۔ تم اتنی اَپ سیٹ کیوں ہو رہی ہو؟" وہ واقعی حیران ہو رہا تھا۔

"ایک پیسہ آج تک اس نے نہیں دیا میری نیلامی میں' نہ گھر کے کرایے کی مد میں۔ صرف پینٹنگ دی جو پتہ نہیں اصلی تھی یا نقلی۔ مگر جب سے یہ آئی ہے تم گھر آنا بھول گئے ہو۔"

"عصرہ ہماری الیکشن کمپین شروع ہو رہی ہے' تمہیں معلوم ہے میں مصروف...."

"اسی لئے تو کہتی ہوں کہ مت قدم رکھو اس دلدل میں۔ ایک آریانہ کو کھونا کم تھا کیا۔ میرے دوسرے بچے بھی دشمنوں کے نشانے پہ آ جائیں گے۔"

''ہم تاشہ اور اس فائل کی بات کر رہے تھے۔ یہ آریانہ درمیان میں کہاں سے آ گئی۔''

وہ جو بات کو گھما پھرا کے دور لے گئی تھی' اپنی چوری پکڑے جانے پہ غصے سے کرسی دھکیلتی اٹھ کھڑی ہوئی۔

''آریانہ درمیان سے چلی گئی ہے' یہی تو سارا غم ہے' فاتح۔ بہر حال اس لڑکی کو میں تمہارے ساتھ کام کرتے نہیں دیکھنا چاہتی۔ اسے فارغ کرو' پلیز۔''

''وہ اچھا کام کر رہی ہے' میں اسے کیوں فارغ کروں؟''

''کل تک تم اس کو برداشت نہیں کر سکتے تھے اور اب؟''

''اب مجھے معلوم ہو گیا ہے کہ اس نے فائل نہیں چرائی تھی۔ بس!'' وہ اطمینان سے کہتا اندر کی طرف بڑھ گیا۔ عصرہ دھک سے رہ گئی۔ جرم سے زیادہ جرم کا کور اَپ اس کے لئے ٹک ٹک کرتا بم بن چکا تھا۔ اب وہ کیا کرے؟

☆......☆......☆

اشعر نے بھی شام کو منعقد ہونے والی اس پارٹی میں جانا تھا جہاں اس وقت تالیہ وان فاتح اور عصرہ محمود کے ساتھ موجود تھی' لیکن ہر کوئی دبے الفاظ میں یہی کہہ رہا تھا کہ اشعر نہیں آیا' نہ آئے گا۔ جب سے اس نے کاغذاتِ نامزدگی جمع کروائے تھے' وہ کھل کے فاتح سے کنارہ کشی اختیار کر رہا تھا۔

پارٹی ایک ریستوران کے ٹیرس پہ منعقد کی گئی تھی۔ یہاں ہر شام کنسرٹ ہوتے' کبھی آرٹ کی نمائش لگتی' کبھی شادیاں ہوتیں۔ یہ کے ایل کا ایک ایلیٹ ریستوران تھا۔ ٹیرس پہ دور دور تک کرسیاں میزیں لگی تھیں۔ اوپر آسمان نظر آ رہا تھا اور ریلنگ سے جھانکو تو نیچے بہتا ٹریفک دکھائی دیتا تھا۔

وہ اس وقت دونوں ہاتھ ریلنگ پہ رکھے گردن اٹھائے آسمان کو دیکھ رہی تھی۔ گردن پوری اٹھانے سے سنہرے بالوں کی پونی پیچھے سے نیچے جھک گئی تھی۔

''تم موقع کی مناسبت سے تیار نہیں ہوئیں۔'' عصرہ کی آواز پہ وہ چونک کے پلٹی تو دیکھا' عصرہ تنقیدی نگاہوں سے اسے دیکھ رہی تھی جو ٹائیٹس پہ گھٹنوں تک آتا سفید فراک پہنے' کندھے پہ بیگ لئے سادہ سی کھڑی تھی۔ خود عصرہ نے روایتی باجو کرنگ پہن رکھا تھا اور بالوں کو جوڑے میں باندھ کے کانوں سے ہیرے لٹکا رکھے تھے۔

''میں اپنا مقام نہیں بھولتی' مسز عصرہ....'' وہ بظاہر مسکرا کے بولی البتہ عصرہ کا طنز اسے چبھا تھا۔ ''میں یہاں ایک باڈی وومن ہوں' مہمان نہیں۔ میرا کام صرف فاتح صاحب کی زندگی کو ترتیب سے رکھنا ہے۔''

''گڈ۔'' عصرہ نے رکھائی انداز میں شانے اچکائے' پھر مڑ کے فاتح کو دیکھا جو قریب کھڑا کسی سے مسکراتے ہوئے بات کر رہا تھا

۔اسی اثناء میں دوسری طرف کھڑی کچھ لڑکیوں اور لڑکوں پہ عصرہ کی نظر پڑی جو فاتح کو دیکھ کے سرگوشیوں میں دبی دبی پر جوش ہنسی کے ساتھ بات کرر ہے تھے۔

''سنو' تالیہ۔'' عصرہ نے تحکم سے ابرو سے اشارہ کیا۔''گیدرنگ میں تمہارا کام فاتح کو ان غیر ضروری جھنجھٹوں سے محفوظ رکھنا ہے تاکہ وہ آرام سے اپنے دوستوں سے ملاقات کر سکے۔ رائٹ؟'' حکم دے کر وہ آگے بڑھی۔اسی پل فاتح دوست سے بات ختم کر کے ان کی طرف پلٹا تھا۔

''کیوں؟''

تالیہ کے 'کیوں' پہ جہاں عصرہ بے یقینی سے مڑی' وہاں وہ جو ان کی طرف آ رہا تھا' ٹھہر کے اسے دیکھنے لگا۔

''کیا مطلب کیوں؟ یہ تمہارا کام ہے۔'' عصرہ نے بگڑ کے ابرو چڑھائے۔

''نہیں مسز عصرہ' یہ میرا کام نہیں ہے۔ میں پرسنل ایڈ ہوں' کنیز نہیں۔ یہ اکیسویں صدی ہے اور ذہنوں کو غلام بنانا مشکل ہے' میم ۔اگر فاتح صاحب کو خوش آمدی پرسنل ایڈز کی عادت رہی ہے تو ان کو یہ عادت بدلنی پڑے گی۔ میرا کام ان کی سیاسی زندگی کو ترتیب میں رکھنا ہے' مگر میں فاتح صاحب کو ملائیشیاء کی عوام کو 'جھنجھٹ' کہنے کی اجازت نہیں دے سکتی۔ وہ اگر اس مقام پہ ہیں تو اس عوام کے ووٹ کی وجہ سے ہیں۔ یہ لوگ ان سے پیار سے ملنے آئے ہیں اور ایک باڈی وومن کی حیثیت سے میرا فرض ان کو روکنا نہیں' بلکہ یہ ہے۔''

سادگی اور سکون سے کہہ کے اس نے اپنی سیاہ زنبیل سے ایک سیلفی اسٹک نکالی' عصرہ کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے موبائل کھٹ سے اسٹک میں لگایا اور مسکرا کے اس گروپ کی طرف مڑی جو چند قدم دور تھا اور جوش اور ہچکچاہٹ سے پرے کھڑا تھا۔

''صرف ایک تصویر!'' وان فاتح کی باڈی وومن مسکرا کے گروپ کو کہہ رہی تھی اور جہاں عصرہ ہکا بکا کھڑی رہ گئی اور فاتح بالکل ٹھہر کے اسے دیکھنے لگا' وہاں گروپ کے لڑکے لڑکیوں کے چہروں پہ بے یقینی بھری خوشی پھیلی۔ وہ دوڑ کے اس طرف آئے۔

عصرہ اور فاتح میکانکی انداز میں ساتھ ساتھ ہوئے۔ چہروں پہ خود بخود مسکراہٹیں طاری کر لیں۔ لڑکے لڑکیاں دائیں بائیں کھڑے ہو گئے اور تالیہ ان دونوں کے آگے آ گئی۔

''سمائل ایوری ون۔'' وہ اب سیلفی اسٹک بلند کیے مسکرا کے تصاویریں اتار رہی تھی۔تصویریں کھنچوا کے لوگ ہاتھ ملاتے اور ہٹ جاتے ۔دونوں میاں بیوی مسکرا مسکرا کے تصاویر کھنچوا رہے تھے۔

پارٹی میں دیگر مہمان مڑ مڑ کے ان کو دیکھ رہے تھے۔ وہاں رش سا لگ گیا تھا۔آخری شخص ہٹا تو تالیہ نے اسٹک نیچے کر لی اور خوش اخلاقی سے بولی۔''آپ کو تصاویر ہمارے فیس بک پیج سے مل جائیں گی۔ ایکسکیوز اَس ناؤ۔'' اور ساتھ ہی مڑ کے ان دونوں کو آگے چلنے کا اشارہ کیا۔ فاتح نے ہجوم کو مسکرا کے ہاتھ ہلایا اور مڑ گیا۔ عصرہ نے مٹھیاں بھینچ رکھی تھیں مگر چہرے پہ جبری مسکراہٹ تھی۔ رش ادب سے

چھپٹ گیا اور وہ تینوں محفوظ گوشے کی طرف چلے آئے۔

وہ ایک دفعہ پھر سے ریلنگ پہ ہاتھ رکھے جھک کے نیچے دیکھنے لگی جب تھوڑی دیر بعد وہ اس کے قریب آ کھڑا ہوا۔ ''آئی ایم سوری' تاشہ!''

وہ چونک کے سیدھی ہوئی۔ فاتح گلاس تھامے اس کو افسوس سے دیکھ رہا تھا۔ سیاہ کوٹ سے جھلکتی سفید کالر والی شرٹ... ماتھے پہ سلیقے سے جمے بال... وہ اس کرتے پاجامے والے غلام سے کس قدر مختلف تھا.... تالیہ کی نظریں اس کی آنکھوں پہ جم گئیں۔

''کیوں' سر؟''

''میں نے تم پہ اس فائل کے لئے شک کیا۔ مجھے معلوم ہے تم نے وہ نہیں چرائی تھی۔''

ڈھیر سارے آنسو ایک دم اس کے حلق میں جمع ہوئے' مگر وہ خشک آنکھوں سے مسکرائی۔ ''کیا معلوم واقعی چرائی ہو۔''

فاتح نے مسکرا کے شانے اچکائے اور گلاس سے گھونٹ بھرا' پھر ناپسندیدگی سے چپ چاپ گلاس واپس رکھ دیا۔ اس کی ذائقے کی حس متاثر ہو چکی تھی۔ پتہ نہیں کیوں۔

''آپ چاہتے ہیں میں وہ گھر خرید لوں؟'

''میں نے ایسا کب کہا؟'' وہ انجان بن گیا۔ تالیہ چند لمحے اس کی آنکھوں کو دیکھتی رہی۔

''آپ کا سب سے بڑا مسئلہ کیا ہے اس وقت' سر؟''

''مجھے کوئی مسئلہ نہیں ہے' اللہ کا شکر ہے۔'' وہ ازلی بے نیازی سے مسکرا کے بولا۔ دونوں ریلنگ کے ساتھ آمنے سامنے کھڑے تھے اور نیچے دور تک بہتا روشن ٹریفک نظر آ رہا تھا۔

''آپ کو فنڈز چاہیئے ہیں' ہے نا۔'' وہ بنا پلک جھپکے اس کی آنکھوں کو دیکھ رہی تھی۔ ''اگر میں آپ کا یہ مسئلہ حل کر دوں تو مجھے کیا ملے گا؟''

''تمہارا مطلب ہے تم میرا گھر بکوا سکتی ہو؟''

''میرا مطلب ہے کہ میں آپ کو وہاں سے پیسے دلوا سکتی ہوں جہاں سے آپ نے گمان بھی نہ کیا ہو تو کیا آپ میری ایک بات مانیں گے؟''

''وہ کیا؟''

''وہ بات میں آپ کو تب بتاؤں گی جب میں فنڈز کا چیک آپ کے ہاتھ میں تھماؤں گی۔'' پھر توقف سے بولی۔ ''چیئرمین صاحب!''

''چیئرمین صاحب؟'' فاتح نے ابرو اٹھا کے اسے دیکھا۔ ''یہ قبل از وقت ہے' لڑکی!''

''مجھے کبھی کسی نے کہا تھا کہ جو ہمیں معلوم ہوتا ہے وہ ہماری جان بچاتا ہے' اور مجھے بہت کچھ کرنا آتا ہے۔ پہلی چیز ہے مثبت

سوچ۔چیئرمین صاحب۔'' پھر گھڑی دیکھی۔''اگر آپ مجھے اجازت دیں تو میں گھر چلی جاؤں؟ مجھے کچھ کام کرنے ہیں۔''

''پارٹی ویسے بھی ختم ہونے والی ہے۔''

''جی مگر آپ کا گھر دوسرے کونے پہ ہے۔ڈرائیور آپ کو ڈراپ کرے گا اور پھر میں بس پکڑوں گی تو دیر ہو جائے گی۔اور....''

''ہم پہلے تمہیں ڈراپ کریں گے۔سمپل۔'' وہ قطعی انداز میں کہہ کے مڑ گیا۔اسے کوئی بلا رہا تھا۔وہ اداس مسکراہٹ کے ساتھ اسے جاتے دیکھتی رہی۔اس کا رویہ بدلنے لگا تھا۔تالیہ کی 'ایمانداری' کا یقین ہو جانا سب کچھ بدل رہا تھا۔اور اگر اس کو یہ پتہ چلے کہ وہی حالم ہے تو وہ کیسا ری ایکٹ کرے گا؟ وہ جتنی کوشش کرتی' اس کے راز اور جھوٹ پھر کسی کونے سے نکل کے اس کے سامنے آ کھڑے ہوتے تھے۔

☆......☆......☆

عثمان کار چلا رہا تھا۔وہ فرنٹ سیٹ پہ بیٹھی تھی اور وہ دونوں میاں بیوی پیچھے تھے۔فاتح بے نیازی سے باہر دیکھ رہا تھا البتہ عصرہ کو رہ رہ کے غصہ آ رہا تھا۔

''یہ سیلفیز والی حرکت غیر دانشمندانہ تھی' تالیہ۔ہجوم آؤٹ آف کنٹرول ہو جاتا ہے۔فاتح کی یہ سیکیورٹی کے لئے بھی غیر مناسب تھا۔'' بالآخر وہ تنبیہہ کرتے ہوئے بولی۔''آج تو ہو گیا مگر کوشش کرنا کہ آئندہ....''

''ہم ٹوئیٹر پہ ٹرینڈ کر رہے ہیں۔نمبر ٹو پہ....'' تالیہ نے جیسے اس کی بات سنی ہی نہیں تھی۔موبائل چہرے کے سامنے کیے جوش سے اطلاع دی۔فاتح نے چونک کے اسے دیکھا۔وہ ڈرائیونگ سیٹ سے پیچھے بیٹھا تھا اور اس کا نیم رخ دیکھ سکتا تھا۔

''عثمان نے نوجوان کا چیئرمین کے نام سے وہ تصاویر ٹوئیٹ کی تھیں۔اور اب وہ تمام لڑکے لڑکیاں اس Hashtag کو آگے پھیلا رہے ہیں۔ساتھ ہی عثمان نے پارٹی ممبر شپ کے لئے لنک ڈال دیا ہے۔پارٹی الیکشن میں یہ لوگ ووٹ ڈالیں گے نا۔''

اس نے فون فاتح کی طرف بڑھا دیا۔فاتح نے عینک آنکھوں پہ لگائی اور مسکرا کے چمکتی اسکرین پہ انگلی پھیرنے لگا۔پھر فون واپس کر دیا۔تعریف توصیف کے بجائے ایک مسکراہٹ کافی تھی۔

''بس یہیں ڈراپ کر دیں مجھے۔'' اس کے گھر کا گیٹ سامنے آیا تو عثمان نے کار روکی۔ہیڈ لائٹس نے گیٹ کو روشن کیا تو گیٹ سے نصب لیٹر باکس کے اوپر رکھی سجی ہوئی ٹوکری صاف دکھائی دی۔تالیہ کی نظریں اس پہ رکیں تو وہ بے چین ہو کے سیدھی ہوئی۔عصرہ نے گردن اونچی کر کے اس کا انداز دیکھا۔

''میں....میں چلتی ہوں۔'' بیگ اٹھاتے ہوئے دروازہ کھولنے لگی' پھر رک کے مروتاً کہا۔

''آپ لوگ اندر آئیں نا' کافی پیتے ہیں ساتھ۔''

فاتح مسکرا کے نفی میں سر ہلا کے انکار کرنے ہی لگا تھا کہ.....

''شیور۔ مجھے بھی کافی کی شدید طلب ہو رہی تھی۔'' عصرہ ایک دم مسکرا کے بولی تو فاتح نے پوری گردن موڑ کے اسے دیکھا ۔آنکھوں میں تنبیہہ کی مگر بے سود۔تالیہ سنبھل کے جلدی سے بولی۔

''پلیز آئیں نا۔عثمان کار اندر لے آؤ۔'' خود وہ تیزی سے باہر نکل گئی۔جلدی سے گیٹ کھولا اور پھر ٹوکری اٹھائی۔اوپر کارڈ رکھا تھا۔ایڈم کی لکھائی میں لکھا۔''وان فاتح کی طرف سے۔''

(یا اللہ! ایڈم۔تمہیں کسی کموڈو ڈریگن کے آگے ڈالوں گی میں۔)

جلدی سے کارڈ کے دو ٹکڑے کیے اور ان کو بیگ میں پھینکا۔پھر کو کو پھل اور چاکلیٹس سے بھری ٹوکری اٹھالی۔کار اب تک اندر آ چکی تھی۔عصرہ نے کھڑکی سے اس کا کارڈ پھاڑنا غور سے دیکھا تھا۔

''اتنا خوبصورت تحفہ بھیجنے والے کا کارڈ پھاڑنا اچھی بات نہیں ہے' تالیہ۔'' وہ نیچے اترتے ہوئے خوشگوار انداز میں بولی۔فاتح نے بھی اترتے ہوئے ایک اچٹتی نظر تالیہ کی ٹوکری پہ ڈالی۔

''بھیجنے والا خود غرض ہے۔واپس آنے کی بجائے تحفے بھیجتا ہے تاکہ میں اسے بھول نہ جاؤں۔اتنا بھی بھروسہ نہیں تھا ہمارے رشتے پہ۔ہونہہ۔'' ایک تیکھی نظر فاتح پہ ڈال کے بولی۔عصرہ نے دلچسپی سے ابرو اکٹھے کیے۔''یعنی....؟''

''یہ یقیناً تاشہ کے شوہر کی طرف سے ہوں گے۔کانٹ بلیو کوئی اتنی چاکلیٹس کیسے کھا سکتا ہے۔''

وہ بھری ہوئی ٹوکری کو دیکھ کے جھرجھری لیتا دروازے کی طرف بڑھا تو عصرہ چونکی۔بے یقینی سے تالیہ کو دیکھا۔

''تمہارا شوہر بھی ہے؟''

وہ دروازے تک آئی اور اسے کھولتے ہوئے سرد مہری سے بولی۔''بالکل ہے' مسز عصرہ۔اور میرا اسے چھوڑنے کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔بھلے کوئی کچھ بھی کر لے۔''

''تاشہ کا ہزبینڈ دوسرے ملک ہوتا ہے سفر وغیرہ پہ۔'' فاتح آگے بڑھتے ہوئے بیوی کو بتا رہا تھا۔تالیہ نے دروازہ کھولا تو سامنے لاؤنج سفید بتیوں سے جگمگا رہا تھا۔

''آ گئیں تم اس مغرور انسان کی خدمتیں کر کے؟''

''آج کسی کا دایاں ہاتھ کٹوایا شہزادی صاحبہ نے یا نہیں؟''

داتن اور ایڈم ایک ساتھ بولے تھے۔وہ دونوں بڑے صوفے پہ بیٹھے تھے۔لیپ ٹاپ سامنے رکھا تھا اور ایک بڑا سا کیک آدھا کھایا پڑا تھا۔

تالیہ نے ان کو بری طرح گھورا اور سامنے سے ہٹی۔پیچھے سے فاتح' عصرہ اور عثمان اندر داخل ہوئے تو جہاں داتن کا چمچ پلیٹ

میں آ گرا‘ وہیں ایڈم ہکا بکا سا کھڑا ہوا۔

’’ایڈم؟ تم یہاں؟‘‘ ان تینوں کو جھٹکا لگا تھا۔ ایڈم کی زبان جیسے گم ہو گئی۔ ٹکر ٹکر ان کا چہرہ دیکھنے لگا۔

’’یہ لیانہ صابری ہیں‘ میری دوست۔ اور ایڈم سے میری حال ہی میں بہت اچھی دوستی ہوئی ہے۔ آپ جانتے ہیں۔ ایڈم اور لیانہ میرے گھر کے ری ڈیکور کے لئے کام کر رہے ہیں۔ اسی لئے میں آج جلدی گھر آنا چاہتی تھی تاکہ شاپنگ لسٹ فائنل کر دوں۔‘‘ وہ جلدی جلدی بتاتی آگے آئی اور ٹھک سے لیپ ٹاپ فولڈ کیا۔ کاغذات اکٹھے کر کے داتن کو تھمائے۔

’’مہمانوں کے لئے جگہ صاف کرو۔‘‘ بظاہر مسکرا کے کہا۔ داتن نے جلدی سے سلام کیا اور سارے کاغذات جو فاتح کی اس رات کی نقل و حرکت کے پرنٹ آؤٹس تھے‘ سمیٹ کے اٹھ گئی۔

’’سو ایڈم اور تم اچھے دوست ہو۔ ہوں۔‘‘ کچھ دیر بعد بڑے صوفے پہ ٹانگ پہ ٹانگ جما کے بیٹھے فاتح نے باری باری دلچسپی سے دونوں کو دیکھ کے پوچھا۔

عثمان بھی گاہے بگاہے ایک چبھتی ہوئی نظر ایڈم پہ ڈالتا تھا۔ وہ شرمایا گھبرایا ہوا کم اعتماد لڑکا نہیں لگ رہا تھا جو پچھلے ماہ وان فاتح کا باڈی مین بننے آیا تھا۔ یہ تو ایک اچھا لباس پہنے‘ پراعتماد اور پرسکون سا نوجوان لگتا تھا۔

’’جی۔ مسز عصرہ کا شکریہ کہ انہوں نے مجھے ایڈم سے متعارف کروایا۔‘‘ تالیہ سامنے والے صوفے پہ بیٹھی تھی۔ ایڈم قریب تھا۔ بس جبری مسکرا کے وضاحت دینے لگی۔ عصرہ کے لئے مزید خود کو روکنا مشکل تھا۔ دلچسپی سے پوچھنے لگی۔

’’تو تمہارا شوہر....اس کی بات کرتے ہیں۔‘‘

کچن میں کھڑی داتن نے گردن گھما کے اور ایڈم نے پوری آنکھیں نکال کے تالیہ کو دیکھا۔

’’جی پوچھیئے؟‘‘ تالیہ عصرہ کو دیکھ رہی تھی جو تھوڑی تلے بند مٹھی جمائے دلچسپی سے مسکرا رہی تھی۔

’’تمہارا شوہر کہاں ہے؟‘‘

’’جیل میں۔‘‘

’’قید میں۔‘‘

داتن اور ایڈم ایک ساتھ بولے تھے۔ داتن تو زیرِ لب بولی مگر ایڈم کا ٹھنڈا سانس لے کر فاتح کو دیکھ کے ’’قید میں‘‘ کہنا سب کو سنائی دیا۔

’’قید میں؟‘‘ فاتح نے ابرو اٹھایا۔

’’شادی سے بڑی قید کیا ہو سکتی ہے بھلا؟‘‘ تالیہ دانت پہ دانت جما کے جبراً مسکرائی۔

''شادی قید تو نہیں ہوتی۔تم ایسا کیوں سمجھتی ہو؟'' وہ حیران ہوا۔ پھر نظر گھما کے کونے میں رکھی کوکو پھل کی ٹوکری کو دیکھا۔''تو کیا وہ واپس نہیں آئے گا؟'' وہ واقعی اپنی باڈی وومن کی سادی کے لیے فکر مند ہوا۔

''بھلا دینے والوں کی واپسی مشکل ہے' سر!'' ایڈم نے سنجیدگی سے اسے دیکھا۔

''میں کافی لاتی ہوں۔'' تالیہ جلدی سے کہہ کے اٹھی۔ایڈم کو تادیبی نظروں سے گھورا بھی سہی مگر وہ اسی سادگی سے ان دونوں کو دیکھ کے کہہ رہا تھا۔

''بچے تالیہ کا شوہر ہر ہفتے ان کو چاکلیٹس سے بھری ٹوکری بھیجتا ہے۔مگر خود واپس آنے سے انکاری ہے۔آپ ایسے شخص کو کیا کہیں گے۔''

''شاید مجبور!'' فاتح نے محتاط انداز میں شانے اچکائے۔''کسی کے بارے میں یوں ججمنٹ پاس کرنا اچھا نہیں لگتا ویسے۔''

وہ کچن میں آئی اور جلدی جلدی چولہے پہ پانی رکھنے لگی۔داتن اس کے قریب کھسکی اور سرگوشی کی۔''یہ کیا کہہ رہا ہے؟''

''اگنور کرو۔'' وہ نظر ملائے بغیر تیز تیز کام کر رہی تھی۔

''سر مجھے آپ سے ایک بات پوچھنی تھی۔'' ایڈم نے بات کا رخ بدلا۔صوفے کی پشت پہ بازو پھیلائے بیٹھے فاتح نے حوصلہ افزاء انداز میں سر کو خم دیا۔''پوچھو۔''

''آپ اپنے ملاکہ والے گھر میں کم ہی رہتے ہیں۔''

''کم؟ ہم تو سال میں دو چار دفعہ ہی وہاں جاتے ہیں۔'' عصرہ نے شانے اچکائے۔نظریں کچن میں کھڑی تالیہ پہ جمی تھیں۔

''آپ نے اس سے پہلے کبھی یہ گھر کسی کو کرایے پہ دیا تھا؟''

''کرایے پہ؟ نہیں۔'' فاتح مختصراً بولا تو عصرہ نے چونک کے اسے دیکھا۔

''اپنے اس برڈ واچر دوست کو تو دیا تھا پچھلے سرما میں۔بھول گئے؟''

''وہ کرایے پہ تھوڑی تھا۔چند دن کے لئے چھٹیاں گزارنے آیا تھا وہ۔'' فاتح نے فوراً کہا تو ایڈم نے چونک کے اسے دیکھا۔

''برڈ واچر؟''

''ہاں۔تمہارے فاتح صاحب کا ایک دوست تھا۔پورا مہینہ رہا تھا دسمبر میں۔سارا دن پینٹنگ کرتا تھا یا آسمان پہ خوردبین سے پرندے دیکھتا تھا۔'' عصرہ بولے جا رہی تھی تو فاتح نے پہلو بدلا۔

''ایڈم اس روز اشعر کی پارٹی کے بعد تاشہ کی کار ہمارے گھر سے کون لینے آیا تھا؟''

عصرہ کو ایک دم سانپ سونگھ گیا۔ٹرے میں پرچ پیالیاں رکھتی تالیہ کے ہاتھ میں کانچ ٹکرائے۔ایڈم نے ایک نظر عصرہ کو دیکھا

جس کی آنکھوں میں ملے جلے تاثرات ابھرے تھے۔اس نے ایڈم کو منع کیا تھا کہ وہ فاتح کو نہیں بتائے گا

''میں لایا تھا۔مسز عصرہ کو بتایا تھا میں نے۔ان سے باقاعدہ اجازت لی تھی شاید۔ بلکہ میم کو میرا چے تالیہ کے لئے یہ کام کرنا اچھا لگا تھا اور اس کام کے انہوں نے مجھے زائد پیسے بھی دیے تھے تنخواہ کے علاوہ۔ کیوں' سر؟ کوئی خاص وجہ ہے کیا؟'' معصومیت سے ایڈم بن محمد نے سب اگل دیا۔

عصرہ بدقت خود کو سنبھالے بیٹھی رہی۔ فاتح کا چہرہ بھی بظاہر بالکل پرسکون تھا۔اس نے بس مسکرا کے سر کو خم دے دیا۔لاؤنج میں خاموشی چھا گئی۔

تالیہ جلدی سے ٹرے میں بھاپ اڑاتی پیالیاں رکھے لے آئی۔ میز پہ ٹرے رکھی اور چائے دان کو پہلے کپ میں انڈیلا۔

''یہ کافی تو نہیں ہے۔'' عصرہ نے دھار کا رنگ دیکھ کے ذرا نخوت سے کہا۔ بظاہر پچھلے موضوع کو بدلا۔

''یہ کافی سے اچھی ہے' مسز عصرہ۔'' عصرہ اور عثمان کو ان کے کپ پکڑائے۔ پھر فاتح کے سامنے آئی اور چینک سے اس کے کپ میں قہوہ انڈیلنے لگی۔ چینک اونچی کر لی۔ سبز بھوری دھار سی لمبی ہو کے کپ میں گرنے لگی۔ وہ مہک' وہ دھار گرنے کا انداز' وان فاتح یک ٹک اس دھار کو دیکھے گیا۔

''سوری تالیہ مگر اس میں تو کوئی ذائقہ ہی نہیں ہے۔'' عصرہ نے گھونٹ بھر کے پیالی رکھ دی۔

مگر وہ صرف فاتح کو دیکھ رہی تھی۔ اس نے پیالی اٹھائی۔ پرچ پیالی کی کانچ آپس میں ٹکرائی۔ ماضی کی یادیں اس کے سامنے اردگرد بکھرنے لگیں مگر وان فاتح کے دماغ کی سلیٹ صاف تھی۔ بس کپ لبوں سے لگایا۔ چند گھونٹ بھرے۔

''یہ کون سی چائے ہے؟'' اسے جیسے خوشگوار حیرت نے آن لیا تھا۔

''یہ ان پتوں کی چائے ہے جو قدیم چین میں پائے جاتے تھے۔ان کا ذائقہ چند صدیوں پہلے کے پتوں جیسا تو نہیں ہے مگر میں نے ان کو اپنے لان میں اگایا ہے۔ کوئی کھاد نہیں ڈالتی۔ یہ بالکل آرگینک طریقے سے بڑے ہو رہے ہیں۔آپ کو اچھی لگی چائے' چیئرمین۔''

''ہوں۔مختلف ہے۔'' وہ گھونٹ در گھونٹ پی رہا تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے ذہن کے کسی خانے پہ وہ مہک اور ذائقہ دستک دے رہا ہو مگر اندھیرا اتنا تھا کہ کوئی دروازہ دکھائی نہ دیتا تھا۔

وہ لوگ جس وقت رخصت ہوئے' تالیہ نے گھر کا دروازہ بند کیا اور آندھی طوفان کی طرح ان دونوں کی طرف آئی۔

''تم نے وہ ٹوکری میرے گھر کے باہر رکھ دی؟ کیوں؟ اور عصرہ پہ شک کیوں دلوایا ان کو؟''

''اور آپ کب تک ان سے چھپاتی رہیں گی کہ ان کی بیوی ان کو دھوکہ دے رہی ہے۔''

''میں ان کی کسی لڑائی کی وجہ نہیں بننا چاہتی۔ تم نے وہ ٹوکری کیوں وہاں رکھی؟''

''کیونکہ ان کا حکم تھا کہ اس کو آپ کے دروازے پہ رکھنا ہے۔ مجھے کیا معلوم تھا کہ آپ انہیں ساتھ لے آئیں گی۔''

''ہمیں تو یہ بھی نہیں معلوم تھا کہ تم اس کے ساتھ اپنی تصاویر ٹوئیٹ کر رہی ہوگی۔'' ان دونوں کے درمیان داتن نے بھی غصے سے مداخلت کی۔

''میں ان کی باڈی وومن ہوں۔ میں ٹی وی اور اخبارات میں ان کے ساتھ نظر آؤں گی تمہیں یہ معلوم ہونا چاہیے۔'' وہ غصے میں چلائی تھی۔

''اور تمہیں یہ معلوم ہونا چاہیے تالیہ کہ تم نے اسی شہر میں بیسیوں اسکام کیے ہیں۔ کوئی نہ کوئی تمہیں پہچان جائے گا۔ کسی ویٹرس' کسی ملازمہ' کسی ریسیپشنسٹ کے روپ میں۔''

''مجھے پرواہ نہیں ہے۔ جب میں نے راستہ درست کر لیا ہے تو کوئی میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔'' وہ تلخی سے بولی' پھر پرس سے ایک موبائل اور گھڑی نکال کے میز پہ رکھی۔

''اگر تم دونوں نے اپنی جرح مکمل کر لی ہو تو اس واچ پہ کام کرو۔ اس کا جی پی ایس ڈیٹا نکالو اور معلوم کرو کہ وہ اس رات کہاں گیا تھا۔'' برہمی سے کہتی اس نے لیپ ٹاپ کھولا اور صوفے پہ بیٹھی۔ وہ دونوں خاموشی سے اس کے دائیں بائیں بیٹھ گئے۔

''آپ ماشاءاللہ ان کا موبائل بھی چرا لائیں۔''

''اس کی جگہ ایک خراب بیٹری کا ہو بہو یہی موبائل رکھ دیا ہے۔ صبح تک فاتح صاحب کو موبائل بدلے جانے کا علم نہیں ہوگا۔ صبح اصلی موبائل واپس رکھ دوں گی۔'' پھر تفتیشی نظروں سے ایڈم کو دیکھا۔ ''اور یہ تم سن باؤ کے گھر کا کیوں پوچھ رہے تھے۔''

''کیونکہ اس گھر میں کچھ ہے جو صحیح نہیں ہے۔ شاید تیسرا خزانہ ہے جو....''

''سٹاپ اِٹ' ایڈم۔'' اس نے غصے سے ٹوکا۔ ''کوئی خزانہ نہیں ہے وہاں۔ میں نے کم اپنی زندگی خراب کی ہے خزانے کے پیچھے جو تم بھی اسی لالچ میں پڑ گئے ہو؟ میں وہ گھر ان کو واپس کر رہی ہوں۔''

ایڈم اس بات پہ پریشان ہو گیا۔

''اچھا کل آپ کی چھٹی ہے ہم دونوں ملاکہ جاتے ہیں۔ آپ اس رات کا سراغ لگانا اور میں خزانے کا۔ اگر میں کل ناکام ہو گیا تو ٹھیک ورنہ آپ وہ گھر ان کو ابھی واپس نہیں کریں گی۔''

اس نے گھور کے ایڈم کو دیکھا۔ ''ایک دن.... صرف ایک دن ہے تمہارے پاس۔ جو کرنا ہے کر لو۔''

داتن خاموشی سے کی بورڈ پہ انگلیاں چلاتی رہی۔ وہ دونوں اپنی باتوں میں بھول جاتے تھے کہ وہ ان کے ساتھ ہے اور ان کے کسی

خاص راز سے ناواقف ہے۔

''یہ رہا وان فاتح کا روٹ۔'' داتن نے اسکرین سامنے کی۔ ''وہ پولیس اسٹیشن سے نکل کے پیدل چلنے لگا۔ وہ ان گلیوں کو عبور کر کے اس گلی کے اس گھر میں گیا۔ کافی دیر وہ یہاں رہا' پھر وہ باہر نکلا اور....'' اسکرین پہ بنے نقشے پہ سرخ لکیر بنی آ رہی تھی۔ داتن انگلی اس لکیر پہ پھیرتی بولے جا رہی تھی۔ ''پھر وہ سڑک کنارے اس جگہ پہ رکا۔ یہاں ٹیلی فون بوتھ ہے شاید۔ میں اس جگہ کو پہچانتی ہوں۔ اس نے کوئی کال کی۔''

''عثمان کو کال کی تھی انہوں نے۔'' ایڈم تیزی سے بولا۔ ''عثمان نے ذکر کیا تھا کہ اس رات فاتح صاحب نے اسے کال کر کے مجھے پیسے بھیجنے کو کہا تھا۔''

''کس چیز کے پیسے؟'' داتن نے سوچتے ہوئے اسے دیکھا۔ ایڈم چپ رہا۔ بس ایک نظر کو پھل کی ٹوکری پہ ڈالی۔

''یہ گھر....'' تالیہ نے اس گھر پہ انگلی رکھی۔ ''مجھے اس گھر جانا ہے۔'' وہ سوچتے ہوئے ایک عزم سے بولی تھی۔ بہت سے سوالوں کے جواب ملنے والے تھے۔

☆......☆......☆

گھر آتے ہی فاتح سنجیدہ چہرے کے ساتھ کمرے کی طرف بڑھ گیا تو عصرہ کا دل بری طرح دھڑکا مگر پھر بڑے حوصلے سے گردن کڑا کے پیچھے آئی۔

''تمہیں کیا ہوا؟'' بظاہر لاعلمی سے پوچھا۔

''تم نے مجھ سے جھوٹ کیوں بولا؟ تاشہ کار پک کرنے نہیں آئی تھی اور تم جانتی تھیں۔'' وہ دونوں ہاتھ پہلوؤں پہ جمائے سامنے کھڑا اسے چبھتی ہوئی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

''تا کہ تم میرے بھائی پہ الزام نہ لگاؤ۔ اگر میں تالیہ پہ شک نہ کرتی تو تم فوراً سارا ملبہ میرے بھائی پہ گرا دیتے۔''

''وہ تو میں نے تب بھی گرا دیا تھا۔ تم چپ ہو گئی تھیں۔ نہیں' عصرہ!'' وہ نفی میں سر ہلا رہا تھا۔ ماتھے پہ بل پڑے تھے اور رنگت سرخ ہو رہی تھی۔ ''تم نے مجھ سے غلط بیانی کی۔ تم اپنے کسی ملازم کو بچا رہی تھیں؟ یا شاید...'' وہ جیسے چونکا۔ ''شاید خود کو...''

''فاتح اتنا بڑا ایشو ہے نہیں جتنا تم اس کو بنا رہے ہو۔'' وہ چیخ پڑی۔ ''ایک فائل ہی تو تھی۔''

''فائل نہیں تھی۔ وفاداری تھی۔ سچ تھا۔ عصرہ خدا کی قسم اگر مجھے کبھی علم ہوا کہ تمہارا اس میں کوئی ہاتھ ہے' تو....''

''تو کیا؟ کیا کرو گے تم' ہاں؟'' وہ غصے سے بولی۔ سارے خوف' خدشے زائل ہو گئے اور اس نے گویا سینہ تان لیا۔

''دی تھی میں نے وہ فائل اشعر کو۔ خود دی تھی میں نے تا کہ تم اس گھر کو جسے میں نے اتنے پیار سے سجایا تھا' یوں نہ بیچو۔ تم جب سادہ طریقے سے میری بات نہیں سن رہے تھے تو مجھے یہی طریقہ استعمال کرنا پڑا۔ ہاں دیا ہے میں نے تمہیں دھوکہ لیکن صرف تمہاری محبت

میں۔کیا کرو گے تم' ہاں؟ چھوڑ دو گے مجھے؟ وہ تو تم تب سے چھوڑ چکے ہو جب سے آریانہ کھوئی ہے۔میری بیٹی کے ساتھ ہماری شادی بھی کہیں کھوگئی ہے' فاتح۔تم بھی کھو گئے ہو۔'' آنسو اس کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ گرنے لگے۔غصے سے بولتے بولتے ایک دم وہ رو پڑی۔

وہ بالکل سن کھڑا صدمے سے اسے دیکھ رہا تھا۔

''تم اتنی ناخوش ہو میرے کام سے؟'' وہ افسوس سے کچھ کہہ نہیں پار رہا تھا۔دکھ اتنا شدید تھا کہ دل کٹ گیا تھا۔

''جب تم میری ہر بات اور دلیل سننے کے دروازے ہی بند کر دو گے فاتح تو بتاؤ تمہارے گھر والے کہاں جائیں؟ ہم کس سے فریاد کریں؟ میری ایک بیٹی کو تمہاری سیاست نے مار دیا۔میرے باقی بچوں کو خطرے میں مت ڈالو' یہ فقرہ بار بار سن کے بھی تم نظرانداز کر دیتے ہو کیونکہ تم کسی سے نہیں ڈرتے۔مگر واللہ میں ڈرتی ہوں۔اور میں تمہیں یہ الیکشن نہیں لڑنے دوں گی' یاد رکھنا۔'' اس نے تنفر سے فاتح کو دیکھتے ہوئے مٹھیوں سے آنسو رگڑے اور پیر پٹختی باہر نکل گئی۔

وان فاتح کی رنگت بالکل سفید ہو گئی تھی۔دکھ اور صدمہ بہت شدید تھا۔وہ چپ چاپ باہر آیا اور سیڑھیاں چڑھنے لگا۔اوپر زینوں کے سرے پہ آریانہ اپنا سفید فراک پھیلائے بیٹھی تھی۔اسے اوپر آتے دیکھ کے بولی۔

''آپ کو ہمیشہ سے ماما پہ شک تھا' ہے نا؟ تالیہ کو صرف اس لئے الزام دیتے تھے کیونکہ آپ یہ ماننا نہیں چاہتے تھے کہ آپ کی اپنی بیوی ایسا کر سکتی ہے۔اب آپ اس شادی میں کیسے رہیں گے یہ جانتے ہوئے بھی کہ وہ آپ سے یوں خیانت کر سکتی ہیں۔''

''تمہیں آریانہ یوں جانا نہیں چاہیے تھا۔وہ درست کہتی ہے۔تمہارے ساتھ ہمارا رشتہ بھی کہیں کھو سا گیا ہے۔''

وہ سوگواریت سے کہتا زینے چڑھتے گیا۔وہ اس وقت کسی سے بات نہیں کرنا چاہتا تھا۔آریانہ سے بھی نہیں۔

☆......☆......☆

جدید ملاکہ میں رات پھر بارش ہوئی تھی جس کی وجہ سے صبح سارا شہر دھلا دھلایا سا کھڑا تھا۔سڑکیں گیلی تھیں اور درختوں کے پتے قطروں سے جگمگا رہے تھے۔ایسے میں تالیہ اس سہانی صبح ایک سڑک کنارے چلتی جا رہی تھی۔لمبی اسکرٹ پہ سفید منی کوٹ پہنے' بالوں پہ ترچھا ہیٹ جمائے' وہ موبائل پہ جی پی ایس کے بتائے رستے کا تعاقب کرتی احتیاط سے قدم بڑھا رہی تھی۔

وان فاتح کا اس رات کا سارا روٹ اس کے سامنے تھا۔سفر اپنے اختتام کو تھا۔

ایڈم کو اس نے سن باؤ والے گھر میں چھوڑ دیا تھا کیونکہ وہ ابھی تک ان تاروں کے پیچھے لگا ہوا تھا اور خود تنہا یہاں آئی تھی۔داتن کے ایل میں ہی تھی۔تالیہ نے گزشتہ رات اسے ایک نیا کام تھما دیا تھا۔

''تم نے Oppo Research کرنی ہے' میری موٹی دوست!''

''یعنی کہ مخالف امیدوار کی تحقیق کروانی ہے؟'' داتن نے پھر سے پوچھا۔

''ہاں' داتن۔ جب بھی کوئی الیکشن شروع ہوتا ہے تو سب سے پہلے مخالف امیدوار کی ریسرچ ہی کی جاتی ہے۔ کوئی اسکینڈل' کوئی جرم' کچھ بھی ایسا ڈھونڈنا ہوتا ہے جو اس کے خلاف استعمال کیا جا سکے۔ لیکن عثمان اور پوری کیمپئن ٹیم پہلے ہی فاتح کے مخالف امیدواروں پہ ریسرچ میں لگا ہوا ہے۔ اس لئے ہم ان کے اوپر ریسرچ نہیں کریں گے۔''

''تو پھر کس پہ کریں گے؟'' داتن نے حیرت سے اسے دیکھا تھا۔ شہزادی تاشہ ایک ناز سے مسکرائی تھی۔

''اس پہ جس پہ دوسرے سارے امیدوار ریسرچ کر رہے ہوں گے۔ یعنی وان فاتح بن رامزل پہ۔''

''تالیہ تم اپنے ہی امیدوار کے راز ڈھونڈنا چاہتی ہو؟'' داتن کو جیسے صدمہ ہوا۔

''صرف اس لئے کہ اگر میں ڈھونڈ سکتی ہوں تو کوئی اور بھی ڈھونڈ سکتا ہے' اور اگر دوسروں کو وہ راز مل جائیں تو ہم ان کا مقابلہ کیسے کریں گے؟ فاتح کے فنانشل ریکارڈز' اسکینڈلز' دوست وغیرہ سب کی چھان بین کرو اور جو بھی ملے مجھے بتاؤ۔ دوسرے امیدواروں کے ریسرچرز اور تم میں فرق ہے' داتن۔ اگر وان فاتح کا کوئی مجرمانہ راز ہے تو صرف تم اس کو ڈھونڈ سکتی ہو۔ کیونکہ...''

وہ مسکرا کے بولی۔ ''It Takes a thief to catch a thief''

داتن نے بس افسوس سے اس کی ہٹ دھرمی کو دیکھا۔ تعمیل اس کی مجبوری تھی۔ دوستوں کی محبت کبھی کبھی انسان کو خود اپنی حدود کو آزمانے پہ مجبور کر دیتی ہے۔

اور اب تالیہ وہاں ملاکہ کی گلیوں میں جی پی ایس کو دیکھتی بھٹکتی پھر رہی تھی۔

سڑک پہ ٹریفک تیز رفتاری سے گزر رہا تھا...وہ صاف دیکھ سکتی تھی...

زیبرا کراسنگ عبور کرتے لوگوں کی دائیں بائیں مڑتی گردنیں....

ڈرائیو کرتے لوگوں کے کانوں سے لگے ہینڈز فری اور ان کے ہلتے لب....

سڑک کنارے اخبار کھولے بیٹھے معمر لوگ....

ایسے میں وہ اندر ایک گلی کی طرف مڑ گئی....

گلی آگے جا کے تنگ ہونے لگی....

اس کی دیواریں نیلی اینٹوں کی بنی تھیاں....

وہ اینٹوں پہ ہاتھ پھیرتی قدم بڑھا رہی تھی....

کہیں ٹوٹا کانچ اس کے پوروں سے ٹکرایا....

کہیں کوڑے دان کے کھلے دہانے کے اندر ٹوٹا ہوا گملا رکھا نظر آیا....

اس گملے میں تین فیروزی پھول کھلے تھے....

ایک موڑ مڑی وہاں قطار میں دروازے تھے۔ چھوٹے چھوٹے مکانوں کے....

وہ حساب سے ایک کے سامنے رکی....

اور دستک دینے کو ہاتھ اس پہ رکھا تو وہ کھلتا چلا گیا۔ کسی نے اسے بند کیوں نہیں کیا تھا؟

اندر چھوٹی سی راہداری تھی جس کے سرے پہ اسٹینڈ رکھا تھا۔ تالیہ نے ہیٹ اسٹینڈ پہ رکھا اور احتیاط سے اندر داخل ہوئی۔

''کوئی ہے؟ ہیلو؟'' چوکنے انداز میں پکارتی وہ قدم قدم آگے بڑھنے لگی۔ گھر خاموش تھا۔ اور پراسرار بھی۔ اس کی دیواروں میں قدیم ملاکہ کی خوشبو بسی تھی۔ لگتا تھا اس کے فرش تلے بھی صدیوں پرانے راز دفن ہوں۔ دوپہر کے باوجود وہاں روشنی خاصی مدھم تھی۔

ایک دم دروازہ بند ہونے کی آواز آئی تو وہ کرنٹ کھا کے مڑی۔

راہداری میں کوئی نہیں تھا۔

اور اسٹینڈ خالی تھا۔ اس کا ہیٹ وہاں نہیں تھا۔

تالیہ کا ہاتھ اپنے پرس میں رینگ گیا۔ آہستہ سے اس نے ننھا ٹیزر نکالا (ننھا سا آلہ جو کرنٹ لگا کے بے ہوش کرنے کے کام آتا ہے۔) اور اسے پکڑے آگے بڑھی۔

''کون ہو تم اور سامنے کیوں نہیں آتے؟'' اونچی آواز میں پوچھا۔ پھر ایک دیوان خانے میں داخل ہوئی تو وہ بھی سنسان پڑا تھا۔ سامنے فرشی نشست بچھی تھی۔ اور اوپر ایک شیلف میں کتابیں رکھی تھیں اور چند عجیب و غریب چیزیں۔ پتھر اور سونے سے بنے جانور۔ سیپیاں۔ موتی۔ وہ ٹرانس میں چلتی کتابوں کے شیلف تک آئی۔ وہاں قدیم جلدوں والی کتابیں سجی تھیں اور ہر دوسری پہ ''پمبورو'' لکھا نظر آتا تھا۔ جانے کتنے برسوں کی شکار بازوں پہ لکھی ساری کتب یہاں جمع کر دی گئی تھیں۔

تو کسی شکار باز کا گھر تھا۔ کیا اس زمانے میں بھی وہ تھے؟ اور اگر تھے تو فاتح وہاں اس سے ملنے کیوں آیا تھا؟ کیا اپنی یادداشت کا علاج پوچھنے؟

ہوا کے جھونکے کی جیسی آواز آئی تو وہ ایڑیوں پہ گھومی۔

خالی کمرے کے وسط میں میز پہ اس کا سفید ہیٹ رکھا تھا۔

تالیہ مراد کی ریڑھ کی ہڈی میں سرد لہر دوڑ گئی۔ اتنی خاموشی سے کون اس کا ہیٹ وہاں رکھ گیا؟

''یونو....'' وہ اونچا سا بولی۔ ''ہاتھ کی اتنی مہارت سے چیزوں کو غائب اور حاضر صرف دو لوگ کر سکتے ہیں۔ جادوگر اور چور۔ تم کیا ہو؟''

وہ خالی در و دیوار سے سوال پوچھ رہی تھی۔ لگتا تھا وہاں کوئی نہ تھا۔ سانس لینے کی آواز تک نہ آتی تھی۔

''میں دونوں ہوں، شہزادی تاشہ بنتِ مراد راجہ!''

آواز عقب سے آئی تو وہ کرنٹ کھا کے گھومی۔

بغلی دروازے کی چوکھٹ پہ وہ کھڑا تھا۔ سینے پہ ہاتھ باندھے، مسکرا رہا تھا۔ تالیہ کی ششدر نظریں اس کے ننگے پیروں سے اوپر اٹھتی گئیں۔ شب خوابی کے ٹراؤزر اور گاؤن میں سامنے بیلٹ سے گرہ لگائے، وہ چمکتی آنکھوں سے اس کو دیکھ رہا تھا۔ لمبے بھورے بال اور وہ چمکتی آنکھیں جن کو برسوں سے پہچانتی تھی۔

تالیہ مراد ساکت رہ گئی۔ ٹیزر آہستہ سے ہاتھ سے چھوٹا اور فرش پہ جا گرا۔

''تم.... تم بھی شکار باز تھے؟ اتنے سال گزر گئے اور تم نے.... مجھے.... کبھی نہیں بتایا کہ تم شکار باز تھے۔'' وہ بے یقینی سے سامنے کھڑے شخص سے اٹک اٹک کے مخاطب تھی۔

''کیا تمہیں کبھی سمجھ نہیں آیا کہ میں تمہیں یتیم خانے میں 'شہزادی' کیوں کہا کرتا تھا، پتری تالیہ؟''

ذوالکفلی دھیرے سے بولا تھا۔ وہ ابھی تک منجمد تھی۔

☆......☆......☆

سن باؤ کے آنگن میں تازہ صبح پھیلی تھی۔ صحن اب برابر ہو چکا تھا اور اینٹیں کب کی سوکھ چکی تھیں۔ ایسے میں ایڈم بن محمد آستینیں چڑھائے تار کو باہر نکال رہا تھا۔ تار کیاری میں دبی تھی اور اب اس نے مٹی سے لتھڑے ہاتھوں سے اسے پورا نکال لیا تھا۔ پھر اس کا تعاقب کرتا وہ اس دیوار تک آیا جہاں دوسری تاروں کے ساتھ وہ بندھی تھی۔

ایک موٹی سیاہ تار بغیر مقصد کے یہاں کیوں تھی؟

ایڈم نے دستانے چڑھائے اور غور سے تمام تاروں کو الگ کرنے لگا۔ کیبل، انٹرنیٹ، بجلی، ٹیلی فون، ہر ایک کی تار الگ تھی۔ یہ تار ان میں سے کسی مقصد کے لئے استعمال نہ ہوتی تھی۔ بظاہر یہ کیبل کی موٹی سیاہ تار لگتی تھی مگر جب کیبل کی تار پہلے سے موجود تھی تو اس کا یہاں کیا کام؟

گچھے سے تاریں الگ کرنے پہ اسے نظر آیا کہ وہ موٹی تار گھر سے باہر جا رہی تھی۔ کیا وہ اس تار کا پیچھا کرے یا اسے یونہی چھوڑ دے؟ مگر نہیں۔ سن باؤ کا تیسرا خزانہ کہیں نہ کہیں موجود ہے۔ وہ وقت میں سفر کر کے آیا تھا۔ وہ سلاطین کے درباروں اور محلوں کو دیکھ آیا تھا۔ وہ فیری ٹیلز کو ماننے لگا تھا۔ جے تالیہ کا یقین اگر کھو گیا تھا تو اس کا بڑھ گیا تھا۔ انہوں نے دو دفعہ اس گھر کے صحن کے رازوں کو کھوجنا چاہا تھا۔ پہلی دفعہ وقت کا خزانہ ملا اور دوسری دفعہ مجسمے تلے خالی صندوق۔ کیا وہ سب بغیر مقصد کے تھا؟ نہیں۔

وہ سب تیاری تھی یقیناً۔ کسی تیسرے خزانے کی۔

ایک عزم سے اس نے دستانے اتارے اور اندر جا کے ہاتھ دھوئے۔ پھر گھر سے باہر نکل آیا۔

سیاہ تار گھروں کی دیواروں سے گزرتی بجلی کے کھمبے تک جا رہی تھی۔ وہ اتنی خوبصورتی سے درختوں اور دیواروں میں کیموفلاج کی گئی تھی کہ دور سے دکھائی نہ دیتی تھی۔

ایڈم پیدل چلتا اس تار کا پیچھا کرتا گیا۔ وہ اگلی گلی میں داخل ہو کے اس سے بھی آگے مین روڈ پہ نکل گئی۔ وہاں وہ کھمبوں سے گزرتی سڑک کے پار جاتی دکھائی دے رہی تھی۔ کوئی عام تار یوں اتنی دور تک نہیں جایا کرتی۔ ہر گزرتا لمحہ ایڈم کی ایکسائٹمنٹ میں اضافہ کر رہا تھا۔

سڑک عبور کر کے وہ سامنے آیا جہاں کاروباری مرکز سا بنا تھا۔ ایک طرف پارک تھا اور سامنے قطار میں تین اونچے ہوٹل کھڑے تھے۔ وہ تار ایک ہوٹل تک جا رہی تھی۔ ایڈم تیز تیز قدم اٹھاتا اس کے پیچھے چلتا آیا۔

ہوٹل کی عقبی دیوار سے گزرتی وہ پیچھے اس طرف چلی گئی جہاں کمروں کی عقبی کھڑکیاں تھیں اور اسپلٹ یونٹس لگے تھے۔ ایڈم نے گردن اٹھا کے دیکھا۔ وہاں تار کو مہارت سے پینٹ کر دیا گیا تھا اور وہ بالکل ڈھکی چھپی نظر آ رہی تھی۔ لیکن وہ اتنا دیکھ سکتا تھا کہ وہ پانچویں منزل کے ایک کمرے کی دیوار تک جا کے غائب ہو گئی تھی۔ یقیناً دیوار میں کوئی سوراخ کر کے اسے کمرے کے اندر گھسایا گیا تھا۔

تعاقب یہاں تک ختم ہو جاتا تھا۔ اب آگے وہ کیا کر سکتا تھا؟ احتیاط سے کمرے کی پوزیشن نوٹ کی اور پھر ہوٹل کے اندر چلا آیا۔ سنجیدہ شکل بنائے سیدھا اوپر گیا۔ پانچویں منزل پہ آ کے وہ اس طرف آیا جہاں وہ کمرہ تھا۔ بند دروازے پہ Do not disturb کا سائن لگا تھا۔ وہ ابھی متامل سا وہاں کھڑا ہی تھا کہ سامنے ٹرالی دھکیلتے ہوئے بیرا چلا آ رہا تھا۔

''کچھ چاہیے آپ کو سر؟''

''ہاں وہ....'' ایڈم گڑبڑایا۔ ''یہ لیانہ صابری صاحبہ کا کمرہ ہے؟'' جلدی میں یہی نام ذہن میں آیا۔

''سر یہ ہوٹل کا پریزیڈینشل سوئیٹ ہے' یہاں خاص مہمان ٹھہرا کرتے ہیں اور ہم ان کی معلومات یوں نہیں دے سکتے۔''

''اوکے اوکے فائن۔ مجھے شاید چوتھے فلور پہ جانا تھا۔'' وہ جلدی سے کہتا تیزی سے لفٹ کی طرف بڑھ گیا۔

ہوٹل سے نکلتے ہی اس نے قدم ایک بجلی کے کام والی دکان کی طرف بڑھا دیے۔ وہ آتے وقت کیاری میں دبی تار کے سرے کا ایک بالشت بھر لمبا ٹکڑا کاٹ لایا تھا۔ دکان میں جاتے ہی اس نے وہ سیاہ سانپ جیسا ٹکڑا کاؤنٹر پہ رکھا۔

''یہ کس چیز کی تار ہے؟'' لگی لپٹی کے بغیر پوچھا۔

''یہ کیبل کی تار ہے۔ بلکہ....'' سیلز مین نے الٹ پلٹ کے بغور جائزہ لیا۔ ''ایک منٹ۔'' اس نے چاقو سے تار کو کاٹا اور اندر لگی

رنگ برنگی پتلی تاروں کو علیحدہ کیا۔

''یہ Ehternet کیبل ہے، سر۔ اس کو باہر سے موٹا سیاہ خول چڑھا کے کیموفلاج کیا گیا ہے۔''

ایڈم نے گہری سانس لی۔ اسے معلوم ہو گیا تھا کہ وہ کس چیز کی تار تھی اور وہ ''برڈ واچر'' (پرندے دیکھنے والا) اس تار کے ذریعے سارا سارا دن اس گھر میں بیٹھ کے کیا دیکھتا تھا۔

کم سے کم پرندے نہیں۔

''مجھے ایک ڈی وی آر ادھار پہ مل سکتا ہے؟'' اس نے معصوم شکل بنا کے پوچھا تھا۔

☆......☆......☆

اس کے دونوں ہاتھ بے جان سے گود میں دھرے تھے اور وہ گھٹنے ملائے شل سی دوزانو بیٹھی تھی۔ سامنے کھڑا ذوالکفلی اس کی طرف پشت کیے دیا سلائی رگڑ رہا تھا۔

''تو آپ شکار بازوں کے سربراہ ہیں۔ اتنے برس گزر گئے اور مجھے کبھی پتہ نہیں چل سکا۔'' وہ جیسے صدمے میں تھی۔

''پتہ چلنا ضروری بھی نہیں تھا۔ میں نے اپنا کام کرنا تھا اور تم نے اپنا۔'' دیا سلائی رگڑنے سے آگ کا بھڑکتا ہوا ننھا سا شعلہ جل اٹھا۔ ذوالکفلی جھکا اور دیوار پر نصب سیڑھیوں کی مانند اسٹینڈ کی آخری شیلف پہ رکھی موم بتی کو سلگایا۔

''آپ جانتے تھے کہ میں کون ہوں؟'' اس نے گلہ آمیز نظروں سے اس کی پشت کو دیکھا۔

''تم پندرہویں صدی کے ملاکہ کی شہزادی تالیہ بنتِ مراد ہو جس نے بعد میں اپنا نام تاشہ رکھ ڈالا تھا۔''

''تاریخ کی کتابوں میں مجھے تالیہ کی بڑی بہن لکھا جاتا ہے۔ اگر آپ کو حقیقت معلوم ہے تو اس کا مطلب ہے کہ آپ بھی وقت کے مسافر رہے ہیں۔''

''نہ صرف میں وقت کا مسافر ہوں بلکہ اپنے زمانے کے وقت کے مسافروں کی یادداشتیں میرے پاس محفوظ ہوتی ہیں۔ کیا اب ہم اس شخص کی بات کریں جس کی بات تم کرنے آئی ہو؟'' وہ جھک کے ایک ایک موم بتی جلا رہا تھا۔ موم بتیاں Scented تھیں۔ دھیرے دھیرے چہار سو رسبری کی خوشبو پھیلنے لگی۔

''وان فاتح ....آپ کے پاس کیوں آیا تھا؟''

وہ سیدھا ہوا اور پھونک مار کے دیا سلائی بجھائی۔ پھر تالیہ کی طرف پلٹا اور ہلکا سا مسکرایا۔

''اپنی یادداشت کے بارے میں سوال کرنے۔''

''کیا اس کی یادداشت واپس آ سکتی ہے؟'' وہ بے قراری سے آگے ہوئی۔ لمحے بھر کو دل دھڑکنا بھول گیا تھا۔

''میں تمہیں وہی بتاؤں گا جو اس کو بتایا تھا۔ وہ بوتل دیکھ رہی ہو؟'' ذوالکفلی نے نظریں تالیہ پہ جمائے رکھے انگلی سے شیلف کی طرف اشارہ کیا۔ اس کی نگاہیں اسی طرف اٹھیں۔ وہاں شیشے کی ننھی بوتلیں رکھی تھیں۔ ان میں سفید دھوئیں جیسا مائع بھرا تھا۔

''ان میں سے پہلی والی وان فاتح کی ہے۔ اس کی یادداشت وقت کی قید میں ہے۔ جس دن اس کو تین سوالوں کا جواب مل جائے گا' یہ بوتل خالی ہو جائے گی۔''

''کون سے تین سوال؟'' وہ یک ٹک ان ننھی بوتلوں کو دیکھ رہی تھی۔

''کوئی کام کرنے کا سب سے اہم وقت کون سا ہوتا ہے؟ انسان کی زندگی میں سب سے اہم کام کون سا ہوتا ہے؟ اور انسان کی زندگی میں سب سے اہم شخص کون ہوتا ہے؟''

''یہ کیسے سوال ہوئے؟ کاموں کے مختلف وقت ہوتے ہیں' اور سب کی زندگی کے ترجیحی کام بھی مختلف ہوتے ہیں۔ اور شخص....'' اس نے اچنبھے سے ذوالکفلی کو دیکھا۔ ''ہر ایک کا اہم شخص دوسرے سے مختلف ہوتا ہے۔''

''نہیں پتری تالیہ۔ ان سوالوں کے جواب سب کے لئے ایک ہی ہیں۔ اس کو یہ جواب معلوم تھے۔ مگر معلوم ہونا کافی نہیں۔ جس دن وہ ان کی حقیقت قبول کر لے گا' اس کی یادداشت واپس آ جائے گی۔ تم اس کی خود سے مدد کرو تو یہ الگ بات ہے' مگر وہ مدد نہیں مانگ سکتا۔ لیکن یہ جواب اس کو خود ڈھونڈنے ہوں گے۔''

''مگر میری یادداشت....وہ کیوں ٹکڑوں میں واپس آنے لگی تھی؟ جب میں پہلی دفعہ کے ایل کے ائیر پورٹ پہ تھی تو مجھے وژن نظر آنے لگے تھے۔ مگر وہ مستقبل کے تھے۔ ماضی کے نہیں۔''

''سچے خواب دیکھنا تمہارا ذاتی گفٹ ہے۔ یہ ہر وقت کے مسافر کے پاس نہیں ہوتا۔ میرے پاس بھی نہیں ہے۔ البتہ اس کا اتنے سال بعد واپس آنا اس بات کی نشانی تھا کہ تم نے ائیر پورٹ پہ کچھ ایسا ضرور کیا تھا جس نے تمہارے دل کو کسی ایک سوال کی حقیقت سمجھا دی تھی۔ اس کی وجہ سے تمہارے دماغ پہ لگی وقت کی زنجیر کی چند کڑیاں کھل گئی تھیں۔ مگر مکمل یادداشت اس لئے واپس نہیں آئی کیونکہ تم نے باقی دو سوالوں کے جواب نہیں سمجھے۔''

''مجھے نہیں یاد اس روز میں نے کیا کیا تھا۔'' تالیہ نے جھرجھری لے کر سر جھٹکا اور دوبارہ سے شلیف پہ رکھی بوتلوں کو دیکھا۔ ''ان میں سے میری یادداشتیں کس بوتل میں محفوظ ہیں؟''

ذولاکفلی اس کو دیکھتے ہوئے مسکرایا۔ ''اس سوال کا کوئی فائدہ نہیں' پتری تالیہ۔''

اس نے واپس ذوالکفلی کو دیکھا تو آنکھیں بھیگنے لگیں۔ ''کیا آپ فاتح کو بغیر جواب ڈھونڈے اس کی یادداشتیں واپس نہیں کر سکتے ہیں؟ کیا یہ سب کرنا ضروری ہے؟ میں بہت تکلیف میں ہوں۔ وہ خود تکلیف میں ہے مگر اس کو علم نہیں۔''

''ہر جادو کی قیمت ہوتی ہے جو چکانی پڑتی ہے۔''

ذوالکفلی نے نرمی سے شانے اچکا دیے۔ ایک دم ہوا کا جھونکا آیا اور موم بتی بجھ گئی۔ تالیہ کی امیدوں کا دیا بھی جیسے ٹھنڈا پڑ گیا تھا۔ وقت میں سفر کی قیمت بہت بھاری تھی۔

☆......☆......☆

اتوار کی صبح کے ایل کی سڑکیں چھٹی کے باعث ویران ویران لگتی تھیں۔ ایسے میں سڑک کنارے ٹہلتے لوگوں میں سے ایک وان فاتح بھی تھا جو جاگنگ کر کے اب تھکا ماندا آہستہ قدموں کے ساتھ گھر کی طرف جا رہا تھا۔ کانوں میں سفید ہینڈز فری لگے تھے اور ٹی شرٹ پشت سے پسینے میں بھیگی تھی۔ پیشانی اور بال بھی تر تھے۔ ملائیشیاء میں ویسے بھی ہوا میں نمی بہت تھی اور باہر نکلو تو ذرا دیر بعد پسینہ آنے لگتا تھا۔ وہ تو پھر جاگنگ کر کے آیا تھا۔

گھر کا گیٹ ہاتھ سے کھول کے اندر داخل ہوا تو نظریں کار کی طرف اٹھیں۔ وہ روز وہاں ٹیک لگائے' جوس کی بوتل لئے کھڑی ہوتی تھی۔ آج اس کی چھٹی تھی۔ وہ ہلکا سا مسکرایا۔ یونہی اس کی کمی محسوس ہوئی تھی۔

مگر پھر کار کی طرف اٹھی نظریں وہیں ٹھہر گئیں۔ پورچ میں تین کاریں کھڑی تھیں۔ تینوں مختلف پارٹی عہدیداران کی تھیں۔ یعنی اتنے سارے لوگ اتوار کی صبح اس کے گھر آئے تھے؟ وہ حیرت سے ہینڈز فری کان سے کھینچتا تیز قدموں سے آگے آیا۔

اندر داخل ہوتے ہی لاؤنج سے آوازیں آتی سنائی دیں۔ ڈائننگ روم کی جگہ عصرہ نے ان کو لاؤنج میں بٹھا دیا تھا؟ فاتح کے ابرو تعجب میں بھنچے۔ سبک قدمی سے چلتا سامنے آیا تو دیکھا۔ وہاں عصرہ اور چار پارٹی عہدیداران موجود تھے۔ عصرہ بے چینی سے ٹہل رہی تھی جیسے اس کی منتظر ہو۔ اسے دیکھ کے سب خاموش ہوئے اور جگہوں سے اٹھے۔

ٹراؤزر اور ٹی شرٹ میں ملبوس' ماتھے پہ آئے بھیگے بالوں والا فاتح بن رامزل نے تعجب سے باری باری سب کو دیکھا۔

''سب ٹھیک ہے؟''

ایک صاحب نے ریموٹ اٹھایا اور خاموشی سے ٹی وی آن کر دیا۔ فاتح نے چونک کے اسکرین کو دیکھا۔ ملائیشیاء میں خبروں کے چینل حکومت کے ہوتے تھے اور ان پہ اپوزیشن کے لیڈرز کے خلاف خبریں پورے دھڑلے سے چلائی جاتی تھیں۔ اب بھی وان فاتح کے بارے میں خبر چل رہی تھی۔

''پہلے ایک اخبار نے یہ ویڈیو لیک کی' پھر ٹی وی چینلز نے اس کو اٹھا کے چلانا شروع کر دیا۔ سارا میڈیا آپ کے خلاف بول رہا ہے اس وقت۔''

فاتح رک کے خبر دیکھنے لگا۔

وہ اشعر کی پارٹی کی ویڈیو تھی۔ اور فاتح گول میز پہ بیٹھا مسکرا کے گفتگو کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

''تو پھر کیا ہم بھی صوفیہ رحمٰن والے کام شروع کر دیں؟'' وہ استہزائیہ انداز میں مسکرا کے ساتھ والے دوست سے پوچھ رہا تھا ۔''وزیرِ اعظم صاحبہ تو وہ خاتون ہیں جو کسی بھی Intellect یا achievement کے بغیر اس مقام پہ آئی ہیں۔ ایسی عورتوں کو gold digger کہا جاتا ہے۔ تم چاہتے ہو میں بھی گولڈ ڈگر بن جاؤں؟ یونو میری بیوی میرے ساتھ بیٹھی ہے۔'' محظوظ انداز میں کہنے پہ گول میز والے دوستوں نے قہقہہ لگایا۔ عصرہ اور اشعر کو بھی اس ویڈیو میں ہنستے ہوئے دیکھا جا سکتا تھا۔

لاؤنج کے سرے پہ کھڑا فاتح ایک دم ہنس پڑا۔ ''یہ کس نے بنائی؟''

عصرہ نے ٹی وی بند کیا اور تادیبی انداز میں اسے گھورا۔

''فاتح یہ ہنسنے کی بات نہیں ہے۔ تم نے صوفیہ رحمٰن کو گولڈ ڈگر کہا ہے۔ اور ساتھ میں میرا بھی حوالہ دیا ہے۔ اس کا مطلب یہی ہوا کہ تم نے صوفیہ کے ایک امیر آدمی سے شادی پہ چوٹ کی ہے۔'' عصرہ تیز تیز بولتی سامنے آئی۔

''میں کہہ رہا تھا کہ میں بھی گولڈ ڈگر بن جاؤں یعنی ایک بیوی کو چھوڑ کے کسی اور امیر عورت سے شادی کر لوں؟ یہاں الیکشن کے فنڈز کی بات ہو رہی تھی۔ مگر لوگوں کو سیاق و سباق نہیں معلوم۔'' اس نے فوراً وضاحت دی۔ رات کی جھڑپ ایک دم دونوں بھول گئے تھے۔

''فاتح صاحب.... سارا میڈیا آپ کے خلاف بول رہا ہے۔ وہ آپ کے اس کمنٹ کو mysognist کہہ رہے ہیں۔ سارے feminist سوشل میڈیا پہ ٹوئیٹس کر رہے ہیں۔ کہ آپ نے ہر مطلقہ عورت کی بے عزتی کی ہے۔'' پھر عثمان پریشانی سے بولا۔

''سر ہم بہت مشکل میں پڑ گئے ہیں۔ آپ کا امیج خراب ہو رہا ہے۔ اب ہم کیا کریں؟''

فاتح لمحے بھر کو خاموش ہوا۔ تاثرات سنجیدہ ہوئے۔ پھر قدم قدم چلتا قریب آیا۔

''ویل..... میرا یہ مطلب نہیں تھا۔ بہرحال اب جو ہونا تھا ہو گیا ہے۔ مگر یہ ویڈیو بنا کے لیک کس نے کی ہے؟'' وہ معاملے کی سنگینی کا احساس کر کے سوچ میں پڑ گیا تھا۔

''سر شاید ہم کبھی نہ جان سکیں کہ یہ کس کی حرکت تھی۔ اور اس وقت اہم صرف یہ ہے کہ ہم اس مسئلے سے کیسے نکلیں۔'' عثمان فکر مندی سے کہہ رہا تھا۔ اس کے چہرے سے شائبہ تک نہیں ہوتا تھا کہ یہ ویڈیو اس نے خود بنائی تھی۔

وہ سب فاتح کو اسی فکرمندی سے دیکھ رہے تھے۔ اس نے گہری سانس لی۔ اخبارات' چینلز' سوشل میڈیا اس کو اس وقت لعن طعن کر رہے ہوں گے' وہ احساس کر سکتا تھا۔ چند لمحے کے لئے سوچتا رہا۔

''اوکے میں کپڑے بدل لوں پھر آفس میں میٹنگ بلاؤ اور پھر ہم ڈسکس کرتے ہیں کہ ڈیمیج کنٹرول کیسے کرنا ہے۔'' تحکم سے کہہ کے وہ مڑنے لگا پھر واپس گھوما اور عثمان کو مخاطب کیا۔ ''میری کافی' میری انرجی ڈرنکس..' ان سب کو کون دیکھے گا؟''

عثمان گڑبڑا کے کھڑا ہوا۔

''سر....آپ کی پرسنل ایڈ نے آج چھٹی لی تھی اور....''

''تو میری پرسنل ایڈ کو بتاؤ کہ جیسے خبروں کے بننے کی چھٹی نہیں ہوتی' ویسے ہی اس کو بھی چھٹی کرنے کی لگژری نہیں ہے۔'' ذرا رکھائی سے کہہ کے مڑ گیا۔ کمرے میں ایک دم تناؤ کی سی کیفیت چھا گئی تھی۔ وہ اب تیز تیز راہداری کی طرف جاتا دکھائی دے رہا تھا اور وہ سب خاموش اور فکر مند بیٹھے لوگ ہر گزرتے پل کے ساتھ فاتح کو فکر مند ہوتے محسوس کر سکتے تھے۔

☆......☆......☆

ملاکہ کی صبح باسی ہو رہی تھی۔ دھوپ نکل آئی تھی اور حبس ہونے لگا تھا۔ وہ سرخ حویلی میں داخل ہوئی تو راہداری پار کرتے ہی بر آمدے میں لیپ ٹاپ کے سامنے بیٹھا ایڈم نظر آیا۔ اسے دیکھ کے وہ جوش سے اٹھا۔ جیسے کچھ بتانے لگا ہو' پھر اس کا تھکا تھکا چہرہ دیکھ کے رکا۔

''آپ کو ملا وہ گھر؟''

''ہاں۔ اور شکار بازوں کا سربراہ بھی مل گیا۔'' اس نے پست لہجے میں مختصراً روئیداد سنائی۔ ساتھ ساتھ وہ بے دلی سے اپنی چیزیں بھی اکٹھی کر رہی تھی۔

''اوہ۔ تو کیا تھے وہ تین سوال؟''

''ایڈم میں ابھی بات کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہوں۔ عثمان نے واپس بلوایا ہے۔ آفس میں کوئی مسئلہ ہو گیا ہے۔ مجھے فلائیٹ پکڑنی ہو گی۔ تم آ رہے ہو؟''

''نہیں۔ میں....'' وہ پھر جلدی سے لیپ ٹاپ اس کی طرف پھیرتا بتانے لگا۔ ''یہ دیکھیں مجھے کیا ملا۔''

ہینڈ بیگ میں چارجر وغیرہ ڈالتی تالیہ نے مڑ کے اچٹتی نظر اس پہ ڈالی۔ اسکرین پہ ویڈیو کھلی تھی۔ ایک پرتعیش کمرے کا اندرونی منظر جہاں نفاست سے بیڈ بنے تھے اور خالی صوفے دکھائی دے رہے تھے۔

''وہ تار ایتھرنیٹ کیبل تھی جو ایک قریبی ہوٹل کے ایک کمرے کے اندر جاتی ہے اور وہاں کوئی خفیہ جاسوسی کیمرہ نصب ہے۔ کسی بلب یا گلدان وغیرہ میں۔ یہ انتہائی ہائی ڈیفینیشن کیمرہ ہے۔ جو آدمی یہاں رہتا تھا یقیناً اس نے یہ تار لگائی تھی تا کہ اس کمرے کے مکین پہ نظر رکھ سکے۔''

''اوہ۔ میں تمہیں بتانا بھول گئی۔ صبح میں نے فاتح صاحب کو میسج کر کے پوچھا تھا اس برڈ واچر کے بارے میں۔ وہ کہہ رہے تھے کہ وہ کسی خفیہ سرکاری ایجنسی کا کارندہ تھا اور اسے کسی ہوٹل میں کسی پہ نظر رکھنے کے لئے یہ گھر چاہیے تھا۔ کوئی ہیروئن اسمگلر تھا شاید جو اس کمرے میں رہائش پذیر تھا۔''

''چلو جی۔'' ایڈم کے کندھے ڈھلک گئے۔ ''آپ مجھے صبح بھی بتا سکتی تھیں۔''

''مگر ایڈم وہ بندہ تو سال پہلے پکڑا گیا اور اس کمرے میں اب تو وہ رہتا بھی نہیں ہے۔ عصرہ کو معلوم نہ تھا مگر یہ گھر میرے پاس ہے تو میرے پوچھنے پہ فاتح صاحب نے صاف صاف بتا دیا۔''

''ہاں مگر کیمرہ تو اس نے نہیں اتارا نا۔ کیمرہ تو موجود ہے۔''

''ایڈم تم فضول میں وقت ضائع کر رہے ہو۔ اس کمرے میں کوئی نیا آدمی آ کے ٹھہرتا ہوگا۔ تم اس پہ نظر رکھ کے کیا کرو گے۔'' اس نے بیگ کی زپ بند کرتے ہوئے بے زاری سے کہا تھا۔

''مجھے نہیں معلوم۔ کچھ سوالوں کے جواب صرف وقت دے سکتا ہے مگر چے تالیہ میں بتا رہا ہوں اس کمرے میں کچھ ہے۔''

''اوہ ایڈم' تم.....''

''آپ کو دیر ہو رہی ہے۔'' وہ بے مروتی سے کہہ کے دوبارہ اسکرین کے سامنے جم گیا۔ تالیہ نے افسوس سے اسے دیکھ کے سر جھٹکا اور بیگ اٹھا کے مڑ گئی۔

''جتنی جاسوسی کرنی ہے اس خالی کمرے کی' کر لو۔ ایک ہفتے بعد میں اس گھر کو واپس کر رہی ہوں۔''

خفگی سے پکارتی وہ اب باہر جا رہی تھی۔ ایڈم ڈی وی آر سے بڑی سیاہ تار اور لیپ ٹاپ کے سامنے بیٹھا اب پوری دلجمعی سے اس کمرے کو دیکھ رہا تھا۔

وہ خالی تھا.... نہ کوئی حرکت' نہ کوئی ذی نفس۔ صرف ایڈم بن محمد کا ''یقین'' تھا جو اس کے ساتھ تھا۔ کچھ تو ہے اس کمرے میں۔

☆......☆......☆

چھٹی کے باوجود آج بی این کا آفس دھیرے دھیرے لوگوں سے بھرتا جا رہا تھا۔ جس جس کو خبر ملی کہ متوقع چیئرمین کی ذاتی ویڈیو لیک ہوئی ہے' وہ فکرمندی سے آفس آ گیا.... کیا اشعر اور کیا فاتح' سب کانفرنس روم میں اکٹھے ہو گئے۔ فاتح اور اشعر کے علاوہ جو تیسرا امیدوار چیئرمین کا الیکشن لڑ رہا تھا' وہ بھی وہیں موجود تھا۔

الیکشن پارٹی صدارت کا آپس کا معاملہ تھا اور اگلے ماہ ہونا تھا۔ مگر یہ مسئلہ بی این پارٹی کے ایک سیاستدان کا تھا جس کے خلاف مخالف حکومتی پارٹی کے عہدیداران دھڑا دھڑ بیان دے رہے تھے۔ سوشل میڈیا پہ Feminist اور لبرل لوگ الگ محاذ کھولے کھڑے تھے۔ صوفیہ رحمٰن نے بھی ٹویٹ کر دی تھی کہ ''وان فاتح سے اس طرح کے ذاتی حملے کی امید نہیں تھی۔ اس کے علاوہ میں اس پہ کچھ نہیں کہوں گی۔ ہم اس طرح کی نان سینس کو Dignity سے نظرانداز کرنے والے خاندانی لوگ ہیں' جیسے کہ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جب لغو باتوں کو دیکھو تو وقار سے نظرانداز کرو۔ اللہ ہمارے لئے کافی ہے۔''

سب کانفرنس روم میں اکٹھے تھے۔سوٹ وغیرہ کے برعکس سب ٹی شرٹس اور جینز ٹراؤزرز میں تھے اور اسی وقت کسی نے یہ ٹویٹ پڑھ کے سنائی۔

فاتح جو گول میز کی ایک مرکزی کرسی پہ بیٹھا تھا' اس بات پہ استہزاء سے سر جھٹکا۔

''اچھا اور میرے ملک کے لوگوں کا امانت والا پیسہ کھاتے ہوئے قرآن یاد نہیں آتا؟ یہ اچھا طریقہ ہے دین کا کارڈ کھیلنے کا۔'' وہ شدید بےزار لگ رہا تھا۔دو گھنٹے سے ہر جگہ یہ بات ایسے توڑ مروڑ کے پیش کی جا رہی تھی کہ اس پہ بڑھتا دباؤ نا قابلِ برداشت ہوتا جا رہا تھا۔

تبھی دروازہ کھلا اور تالیہ نے گردن نکال کے اندر جھانکا۔وہ جیسے بھاگم بھاگ ہانپتی ہوئی یہاں پہنچی تھی۔فاتح کی نظر اس پہ پڑی تو ابرو بھینچے بس ہاتھ سے کپ لبوں تک لے جانے کا اشارہ کیا۔وہ کافی مانگ رہا تھا اور برے موڈ میں لگ رہا تھا۔

تالیہ نے جھٹ اثبات میں سر ہلایا اور دروازے کے پیچھے غائب ہوگئی۔

کانفرنس روم میں سارے سیاستدان اور عہدیداران ایک ساتھ بول رہے تھے۔ ہر کوئی فکر مندی کا اظہار کر رہا تھا یا آنے والے خطرناک حالات کی طرف اشارہ کر رہا تھا۔فاتح نے بےزاری سے ان سب کو دیکھا۔

''حل بتاؤ مجھے۔حل کیا ہے اس کا؟'' وہ لیڈر آف اپوزیشن تھا۔اس کا رعب' اس کا طنطنہ' لمحے بھر کے لئے سارے میں خاموشی چھا گئی پھر ایک صاحب کھنکھارے اور اپنی طرف سے ایک تجویز پیش کرنے لگے۔فاتح بےزاریت سے سننے لگا۔

ان کے خاموش ہوتے ہی اشعر کہنے لگا۔''میرا خیال ہے آبنگ' اس اسکینڈل سے نکلنے کا بہترین طریقہ...(تالیہ ٹرے لئے اندر داخل ہوئی)....یہ ہے کہ آپ پریس کانفرنس کر کے کہیں کہ ویڈیو ڈاکٹرڈ ہے۔آپ کے مختلف فقروں کو ملا جلا کے ایسے پیش کیا گیا جیسے آپ صوفیہ کی بات کر رہے ہیں۔''(تالیہ ٹرے لئے فاتح کے قریب آ رکی۔)

''جی سر۔ہم ایسے ایسے فارنزک ایکسپرٹ میڈیا پہ لائیں گے جو یہ ثابت کر دیں گے کہ ویڈیو جعلی ہے۔''

''نہیں' یہ جھوٹ ہوگا۔''

''تو پھر....'' ایک اور صاحب بولے۔''آپ سادہ الفاظ میں معذرت کر لیں۔معذرت کر لینا لوگوں کو خاموش کرا دے گا۔ معاملہ ٹھنڈا پڑ جائے گا۔دو دن میں لوگ بھول جائیں گے۔''

''ہوں۔دس ساؤنڈز گڈ۔'' بات وان فاتح کے دل کو لگی۔''میں ٹویٹ کر کے معذرت کر لیتا ہوں اور کہہ دیتا ہوں کہ میرا یہ مطلب نہیں تھا۔میں عورتوں کی عزت کرتا ہوں اور یہ بات دوسرے سیاق وسباق میں کہی گئی تھی۔''

''یہ بہتر ہے۔'' اشعر نے اثبات میں سر ہلایا۔''مگر ٹویٹ کی جگہ پریس کانفرنس بہتر رہے گی۔''

''پریس کانفرنس میں صحافی سوال در سوال کر کے شرمندہ کریں گے۔نہیں۔ویڈیو پیغام جاری کر دیتے ہیں۔زبانیں بند ہو جائیں

گی۔" فاتح نے ناک سے مکھی اڑائی۔ وہ اب بھی ڈسٹرب تھا مگر ظاہر نہیں کر رہا تھا۔ پھر گردن ترچھی کر کے ٹرے اٹھائے کھڑی تالیہ کو دیکھا۔

"رکھ دو۔" میز کی طرف اشارہ کیا۔ تالیہ اپنی جگہ سے نہیں ہلی۔ ٹرے پکڑے کھڑی رہی۔

"رکھ دو۔" اس نے قدرے بے زاری سے اونچا دہرایا۔ مگر وہ ٹرے پکڑے کھڑی غور سے سوچتی نگاہوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

کانفرنس روم کی بھنبھناہٹ قدرے کم ہوئی۔ لوگ بات روک کے فاتح کی باڈی وومن کو دیکھنے لگے جو ٹرے لئے اس کے سر پہ کھڑی تھی۔

"تاشہ!" فاتح نے دبی آواز میں غصے سے کہا۔ وہ پہلے اتنے مسئلوں میں تھا' اوپر سے....

"آپ ہنسے تھے؟" وہ اسے غور سے دیکھ کے بلند سا بولی۔

"کیا؟"

"میں شرط لگا سکتی ہوں کہ آپ ہنسے تھے۔"

کمرے میں خاموشی چھا گئی۔ سچوئیشن ایک دم آکورڈ ہو گئی تھی۔ سب تالیہ کو دیکھ رہے تھے۔ اور وہ اپنے باس کو جو اسے ایسے دیکھ رہا تھا جیسے اس کا دماغ چل گیا ہو۔

"میں کدھر ہنسا تھا؟"

"صبح جب آپ نے ویڈیو پہلی دفعہ دیکھی تھی' تو آپ ہنسے تھے' ہے نا۔" وہ ٹرے اٹھائے آہستہ آہستہ قدموں سے آگے بڑھنے لگی جیسے کمرے میں ٹہل رہی ہو۔ فاتح کی پیشانی کے بل غائب ہونے لگے۔ وہ ایک دم ٹھہر کے اسے دیکھنے لگا۔

"آپ کا پہلا ری ایکشن کیا تھا جب آپ نے وہ ویڈیو دیکھی تھی' سر؟ میں شرط لگا سکتی ہوں آپ دل کھول کے ہنسے ہوں گے۔"

وہ ٹرے اٹھائے چلتی جا رہی تھی اور سب کی نگاہیں اس کا تعاقب کر رہی تھیں۔

"انسان کا پہلا ردِعمل سچا ہوتا ہے۔ لوگوں کے بارے میں پہلا امپریشن حقیقت ہوتا ہے۔ بعد میں تو مصلحت پسند لوگوں کے ہجوم نے آپ کو پریشان کرنا شروع کر دیا ہو گا یقیناً' مگر جانتے ہیں سر آپ پہلی دفعہ بے فکری سے کیوں ہنسے تھے؟"

وہ گول میز کے ساتھ گولائی میں چلتی جا رہی تھی۔ اب وہ فاتح کی بالکل سیدھ میں رکھی کرسی کے پیچھے جا کھڑی ہوئی تھی۔ نظریں باس پہ جمی تھیں۔

"کیونکہ آپ اپنے الفاظ پہ شرمندہ نہیں تھے۔ آپ نے وہی کہا جو آپ کے دل کی آواز تھی۔ میں ایک مطلقہ لڑکی ہونے کے ناتے کسی کے بارے میں ایسی بات نہیں کہوں گی مگر میں' میں ہوں۔ آپ آپ ہیں۔ میں ہوتی تو معافی مانگتی۔ مگر آپ اس بات کی معافی کیوں مانگنے جا رہے ہیں جس کے لئے آپ شرمندہ ہی نہیں ہیں۔"

وہ اب ٹرے اٹھائے کرسیوں کے ساتھ سے گزرتی.... گولائی رخ میں چلتی قریب آ رہی تھی۔ اس کی نظریں فاتح پہ تھیں اور فاتح کی اس پہ۔

''سر آپ کو لوگوں نے اس لئے ووٹ دیا تھا کیونکہ ان کو آپ کی باتیں پسند تھیں۔ چاہے غلط' چاہے صحیح' چاہے بہادری' چاہے منہ پھٹ ہونا' جو بھی کہیں لوگوں کو پسند تھا کہ آپ وہ بات کہتے تھے جن پہ آپ کا سچا یقین ہوتا تھا۔ میں ہوتی تو شرمندہ ہوتی اور معافی مانگتی کیونکہ میں تو بہت سے لوگوں سے ڈرتی ہوں۔ آپ تو کسی سے نہیں ڈرتے تو آپ کیوں معافی مانگیں گے؟ جب آپ کے عوام غلاموں کی طرح معاشی قید کی زنجیروں میں جکڑے ہوں' تو ان کو ایسا لیڈر چاہیے ہوتا ہے جو بندا ہارا کے سامنے میز کرسی پہ بیٹھ کے اس کی آنکھوں میں دیکھ کے اسے غلط کہہ سکے۔ ایسا شخص صحیح معنوں میں آزاد ہوتا ہے۔ اور یہ کافی.... آپ کو بوجھل کر دینے والی کافی چھوڑ کے چائے پہ منتقل ہو جانا چاہیے جو ہر بوجھ سے ہلکی اور تازہ دم کرنے والی ہے۔''

ٹرے سامنے رکھی اور فاتح کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے چینک کپ میں انڈیلی۔ اس کی نظریں قہوے کی سنہری دھار پہ اٹھیں۔

وہ گرتی دھار.... وہ سنہرا رنگ.... وہ اتنا مانوس سا کیوں لگتا تھا؟

''چائے لیجیے' چیئر مین صاحب۔'' دوسروں کو بلند آواز میں 'چیئر مین صاحب' سنوا کے اس نے پرچ پیالی سامنے رکھی اور ٹرے اٹھائے دروازے کی طرف بڑھ گئی۔

سب ایک دم خاموش ہو گئے تھے۔ معنی خیز نظروں کے تبادلے ہوئے۔ اشعر نے سوچنے والے انداز میں باہر جاتی تالیہ کو دیکھا تھا۔ اور فاتح.... اس نے خاموشی سے کپ اٹھایا اور دو گھونٹ بھرے۔ پھر تیسرا اور کپ خالی کر کے رکھا۔

''ویسے بات تو ٹھیک ہے۔ صوفیہ رحمٰن سے بڑی گولڈ ڈگر عورت اس ملک میں پیدا نہیں ہوئی۔ عثمان.... پریس کو باہر بلواؤ۔ میں جا کے ان کو دیکھتا ہوں۔'' وہ کرسی دھکیلتا اٹھا اور شرٹ کے کف کے بٹن کھولنے لگا۔ چہرہ ایک دم پرسکون اور ہموار ہو گیا تھا۔

مشیران نے گھبرا کے اسے دیکھا۔ ''مگر سر.... رکیں....''

''فاتح صاحب.... معذرت کرنا بہتر....''

''مگر سر.... یوں جارحانہ انداز....'' بہت سی آوازیں بلند ہوئیں۔

لیکن وہ کف موڑ کے آستینیں چڑھاتا' ابرو بھینچے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ اسے معلوم تھا کہ اسے کیا کرنا ہے۔

☆......☆......☆

بی این کے آفس میں ایک ہال نما کمرہ پریس کانفرنس کے لئے استعمال ہوتا تھا۔ سامنے کرسیوں کی قطاریں لگی تھیں اور اوپر پوڈیم پہ ڈائس رکھا تھا جس سے تین چار مائیک لگے تھے۔ کرسیوں پہ بیٹھے رپورٹرز اپنے قلم کاغذ اٹھائے دھڑا دھڑ لکھ رہے تھے۔ کوئی ریکارڈر پکڑے

ریکارڈ کر رہا تھا۔ پیچھے قطار میں کیمرہ مین کیمرے اسٹینڈ پہ لگائے کھڑے تھے۔ان کے چمکتے فلیش کی روشنیوں میں ڈائس کے پیچھے کھڑا فاتح اٹھی گردن کے ساتھ کہہ رہا تھا۔

''جی' بالکل میں نے صوفیہ رحمٰن کو گولڈ ڈگر کہا ہے۔'' آستینیں اوپر چڑھائے دونوں ہاتھ ڈائس کے کناروں پہ جمائے' وہ صحافیوں کو دیکھتے ہوئے بڑے ٹھنڈے انداز میں شروع ہوا۔

''کیونکہ وہ ہیں گولڈ ڈگر۔اور یہ میں نے ان کو بطور عورت نہیں کہا۔صوفیہ رحمٰن کو عورت کارڈ کھیلنا چھوڑ کے اپنے اعمال کی ذمہ داری لینی پڑے گی۔عورت ہونے کا یہ مطلب ہے کہ آپ کرپشن کرتے جاؤ اور کوئی آپ کو آپ کے اعمال کا احساس دلائے تو آپ نازک بننے کی اداکاری کرو اور عورت کارڈ کے پیچھے چھپ جاؤ؟''

الفاظ تیکھے اور آواز بلند ہوتی جا رہی تھی۔ماتھے پہ بل بھی پڑ رہے تھے۔

''کیا ہم اس دین سے تعلق نہیں رکھتے جہاں ہمارے نبی ﷺ نے امیر عورت فاطمہ کا ہاتھ کاٹ دینے کا حکم دیا تھا کیونکہ اس نے چوری کی تھی؟ یہ بھی فرمایا کہ میری اپنی بیٹی فاطمہ بنتِ محمد بھی چوری کرتی تو میں یہی سزا دیتا۔یہ mysogny نہیں ہوتی۔یہ انصاف اور حق کی بات کہنا ہوتا ہے۔'' تیوریاں چڑھائے وہ اٹھی گردن کے ساتھ کہہ رہا تھا۔''بالکل ٹھیک کہا ہے میں نے وزیرِ اعظم صاحبہ کو گولڈ ڈگر بلکہ ان کا شوہر بھی گولڈ ڈگر ہے۔اور کون سا گولڈ ہے جس کی میں بات کر رہا ہوں؟ ہر ملک کے حصے کا سونا جو سرکاری خزانوں اور فیڈرل ریزرو بینک میں پڑا ہوتا ہے' جس کو یہ حکمران لوٹے جا رہے ہیں' وہ آپ کا سونا ہے۔آپ کا خزانہ ہے۔کیا ہم اتنے بے حس ہو گئے ہیں کہ ان حکمرانوں کو چوری کرنے دے رہے ہیں اور اگر کوئی ان کے بارے میں سچ بولے تو اس کو چپ کروا دیتے ہیں؟''

وہ ہموار آواز مگر جارحانہ انداز میں کہہ رہا تھا اور رپورٹرز ادھر ادھر لکھے جا رہے تھے۔

کیمروں کی قطار کے پیچھے کھڑے کیمرہ میں جہاں آنکھیں کیمروں کے سوراخوں پہ لگائے جھکے کھڑے تھے' وہاں ان کے پیچھے قدرے نیم اندھیرے میں تین چار افراد کھڑے تھے۔تالیہ سب سے آگے تھی۔سینے پہ بازو لپیٹے' مسکرا کے اسے تقریر کرتے دیکھ رہی تھی....

وہ جیا جائے خانے میں تھے اور وہ اونچے چبوترے پہ کھڑا ایسے ہی تقاریر کرتا تھا۔شہزادی چغہ پہنے' ٹڈ ماتھے پہ گرائے کونے میں بیٹھ کے سنا کرتی تھی۔اب سب بدل گیا تھا مگر چائے کی خوشبو ویسی ہی تھی..... یا شاید محسوس ہوتی تھی.....

☆......☆......☆

راہداری کے دوسری طرف اشعر کے چھوٹے سے آفس میں اس وقت اشعر اور رملی کھڑے تھے۔اشعر کمر پہ دونوں ہاتھ رکھے نفی میں سر ہلاتا افسوس کا اظہار کر رہا تھا۔

''آبنگ تو سیاسی خودکشی کرنے چلے گئے ہیں۔ چے تالیہ کو کچھ زیادہ ہی سیریئس لے لیا ہے انہوں نے۔اور سنو....'' پھر کرسی کی

پشت پہ ہاتھ رکھے اور ذرا جھک کے برہمی سے اسے دیکھا۔

''وہ آدمی جس نے تمہیں جیل سے فون کیا تھا' وہ واقعی تالیہ مراد کا شوہر ہے؟''

''سابقہ شوہر' سر!'' رملی جو فون پہ کچھ اسکرول کر رہا تھا' سر اٹھا کے بتانے لگا۔'' اس کے مطابق یہ ایک عام گھرانے کی لڑکی تھی جو پاکستان سے یہاں شادی ہو کے آئی تھی مگر دونوں کی بن نہیں سکی اور یہاں آتے ساتھ ہی اس نے ناجائز طریقوں سے پیسے کمانے شروع کر دیے۔ علیحدگی کے بعد چند سالوں میں ہی وہ کہاں سے کہاں پہنچ گئی۔ اس کا کہنا ہے کہ تالیہ مراد کوئی heiress نہیں ہے۔ صرف ایک فراڈ ہے۔''

''ہوں۔ صبح کا کا نے بھی ٹیکسٹ کر کے بتایا کہ وہ شادی شدہ ہے۔ میں نے جواب نہیں دیا۔ مجھے کیا فرق پڑتا ہے۔'' وہ بظاہر بے نیازی سے شانے اچکا کے بولا تو رملی نے ایک گہری نظر اس پہ ڈالی مگر بولا کچھ نہیں۔

''خیر.... یہ ویڈیو لیک والا کام عثمان نے زبردست کیا ہے۔ وان فاتح پہ خوب کیچڑ اچھالا جا رہا ہے۔'' وہ خود کو مطمئن کرنے کے لئے بولا تو رملی کھنکھارا۔

''سر.... آپ نے سوشل میڈیا نہیں دیکھا کیا؟ وان فاتح کی پریس کانفرنس نے سب بدل دیا ہے۔'' وہ پست آواز میں بولا تو اشعر چونک کے سیدھا ہوا۔ کرسی کی پشت سے ہاتھ ہٹائے۔

''ڈونٹ ٹیل می۔''

''سر لوگوں نے گولڈ ڈگر پرائم منسٹر کو ٹوئیٹر پہ ٹرینڈ کرنا شروع کر دیا ہے۔ لوگ فاتح صاحب کے ہم آواز ہو کے وزیراعظم کو برا بھلا کہہ رہے ہیں اور فاتح صاحب کی جرات مندی کو سراہ رہے ہیں۔'' اشعر نے چند ایک ٹوئیٹس پڑھیں تو دل برا ہونے لگا۔

''عثمان کو بلاؤ۔'' اس کا موڈ ایک دم خراب ہوا۔'' اس نے خواہ مخواہ اس ویڈیو کو....'' ابھی وہ کہہ ہی رہا تھا کہ دروازہ تیزی سے کھلا اور عثمان اندر داخل ہوا۔ اس کی رنگت اڑی ہوئی تھی۔

''سر..'' اس نے آتے ساتھ ہی اشعر کو بے تابی سے پکارتے دروازہ جلدی سے بند کیا۔'' سارا پلان بیک فائر کر گیا ہے۔ لوگ فاتح صاحب کی تقریر کو سراہ رہے ہیں۔''

اشعر محمود نے ہاتھ مار کے کرسی کو پرے ہٹایا اور غصے سے اس کے قریب آیا۔ ''تمہیں ویڈیو لیک کرنے سے پہلے مجھ سے پوچھنا چاہیے تھا۔ بغیر اسٹریٹجی بنائے تم نے....''

''میں نے؟'' عثمان نے بے یقینی سے اسے دیکھا۔'' میں نے تو ویڈیو لیک نہیں کی۔ وہ بٹن کیمرہ تو پارٹی میں مجھ سے کھو گیا تھا۔ میں سمجھا آپ کے گھر گرا ہو گا تو آپ کو مل گیا ہو گا اور آپ نے ویڈیو لیک کی ہے۔''

اشعر کے تنے اعصاب ڈھیلے پڑے۔ وہ ٹکر ٹکر ان دونوں کا چہرہ دیکھنے لگا۔

''ہم نے تو نہیں لیک کی۔ ہم سمجھے یہ تمہارا کام ہے۔'' اس نے تعجب سے باری باری دونوں کو دیکھا جو اتنے ہی بے یقین نظر آ رہے تھے۔

''رملی.... عثمان.... اگر ہم نے ویڈیو لیک نہیں کی تو کس نے کی ہے؟''

☆......☆......☆

بی این کے آفس میں اتوار کے باوجود آئے ورکرز اب پریس کانفرنس کے بعد اپنے حق میں بدلتے ماحول پہ خوش باش ادھر ادھر گھوم رہے تھے۔ فضا یکسر بدل گئی تھی۔ وان فاتح پریس روم سے نکلا تو لوگ اس کے گرد اکٹھے ہو کے اسے مبارکباد دینے لگے تھے۔ وہ ان کے درمیان گھرا اب مسکراتا ہوا اپنے آفس جا رہا تھا البتہ نگاہیں ہجوم میں اس چہرے کو تلاش کر رہی تھیں جو وہاں موجود نہ تھا۔

تالیہ اس وقت کچن میں تھی۔ کافی میکر کے سامنے کھڑی وہ اپنی کافی کا پانی اندر ڈال رہی تھی۔ بنا کسی چاپ کے داتن پدوکا اس کے ساتھ آ کھڑی ہوئی تو تالیہ نے کافی میکر کو سیٹ کرتے ہوئے مصروف انداز میں پوچھا۔

'تمہیں آفس میں آتے ہوئے کوئی مسئلہ تو نہیں ہوا۔''

''بالکل نہیں۔ آخر فاتح صاحب کی باڈی وومن میری دوست ہے۔'' کاؤنٹر سے ٹیک لگائے گھنگریالے بالوں اور سیاہ جثّے والی داتن نے کندھے اچکائے۔ وہ دونوں اس وقت وہاں تنہا تھیں۔

''تو تالیہ بی بی.... ذرا بتاؤ کہ ہم نے وہ ویڈیو کیوں لیک کی؟'' داتن نے سرگوشی کی۔

تالیہ نے کلک کی آواز کے ساتھ کافی میکر کو بند کیا اور صرف آنکھیں اٹھا کے اسے سنجیدگی سے دیکھا۔

''کیونکہ کے ایل میں جو وان فاتح سیاستدان بن کے رہتا ہے یہ وہ فاتح نہیں ہے جو اگر کسی قدیم زمانے میں غلام بنا لیا جائے تو ہر شے سے بے خوف ہو کے لوگوں کے لئے لڑنے اٹھ کھڑا ہوگا۔ اس فاتح کے اوپر مصلحت پسندوں کا دباؤ ہے۔ اتنے ماہ سے وہ کھل کے کہہ بھی نہیں پا رہا تھا کہ وہ الیکشن لڑے گا یا نہیں کیونکہ وہ بیوی سے ڈرتا تھا۔ میں صرف اسے اس کے خوف اور ان ڈرپوک لوگوں کے تسلط سے آزاد کر رہی ہوں۔''

سرد مہری سے کہہ کے وہ کیبنٹ سے مگ نکالنے لگی۔ داتن نے گہری سانس لی۔

''لوگ اس کے خلاف صبح سے اتنا کچھ بول رہے تھے۔ تمہیں کیسے پتہ تھا کہ معاملات شام تک اس کے حق میں ہو جائیں گے۔''

''مجھے نہیں پتہ تھا۔ میں نے صرف ایک خطرہ مول لیا۔ اگر وہ واقعی سچا لیڈر ہے' تو اسے خود اپنے آپ کو عوام سے جوڑنا پڑے گا۔ اس مسئلے کا حل اس نے خود نکالا ہے' میں نے نہیں۔''

بے نیازی سے کہہ کے اس نے مگ میں کافی انڈیلی۔ پھر جھکے چہرے پہ اداس مسکراہٹ بکھری۔ ''جیسے ایک زمانے میں وہ نکالا

کرتا تھا۔ ہو ہمیں آتا ہے وہ ہماری جان بچائے گا۔ مجھے دھوکے دینے آتے ہیں' داتن۔ اور میں اسی صلاحیت کو درست کام کے لئے استعمال کر رہی ہوں۔'' پھر دونوں ہاتھوں میں مگ پکڑے کاؤنٹر سے ٹیک لگائی اور گھونٹ بھرا۔ داتن نے ہلکا سا مسکرا کے اسے دیکھا۔ وہ ملاکہ سے سیدھی یہاں آ گئی تھی اور صبح سے آفس میں تھی۔

''میں نے Oppo ریسرچ شروع کر دی ہے۔'' دفعتاً داتن اس کے قریب ہوئی اور سرگوشی کی۔ تالیہ نے چونک کے مگ نیچے کیا۔ احتیاط سے اِدھر اُدھر دیکھا۔

''کچھ معلوم ہوا؟ آہستہ سے پوچھا۔

''ابھی اتنی جلدی کہاں؟ البتہ....'' داتن مزید نزدیک کھسکی۔ ''اس کی بیٹی آریانہ کا معاملہ مجھے مشکوک لگتا ہے۔ کچھ ہے جو وان فاتح چھپا رہا ہے۔'' تالیہ کی پیشانی کی سلوٹیں سیدھی ہوئیں۔

''میں جانتی ہوں۔'' اور گہری سانس بھری۔ ''آریانہ کا راز وہ مجھے بتا چکے ہیں۔''

داتن نے اپنی موٹی موٹی آنکھوں میں خفگی بھرے اسے دیکھا۔ ''تو تم مجھے ابھی بتا دو۔''

''پہلی بات' وہ راز ان کی امانت ہے۔ دوسری بات' تم اس کو اگر خود معلوم کر لو گی تو اس کا مطلب ہو گا کہ کوئی اور بھی اس کو ڈھونڈ سکتا ہے۔ اور تب ہمیں کاؤنٹر اسٹریٹجی بنانی ہو گی۔ فی الحال تم بس اس کو ڈھونڈو۔'' اس نے داتن کا کندھا تھپکا اور مگ لئے آگے بڑھ گئی۔

''تالیہ....'' داتن نے سوچتی نظروں سے اسے پکارا تو وہ گھونٹ بھرتی مڑی۔ ''ہوں؟'' ابرو اچکا کے استفسار کیا۔

''ملاکہ میں اس رات کیا ہوا تھا؟ کس چیز نے تمہیں ایک رات میں اتنا بدل دیا ہے؟'' وہ جیسے ابھی تک اچنبھے میں تھی۔

شہزادی تاشہ بنتِ مراد راجہ چند لمحے اداس مسکراہٹ کے ساتھ لیانہ صابری کو دیکھتی رہی۔ پھر کندھے اچکا دیے۔

''میں نے ان سے ساتھ رہنے کا وعدہ کر لیا تھا' اور مجھے وعدے نبھانے نہیں آتے تھے مگر اب سیکھ رہی ہوں۔'' اور پھر آگے بڑھ گئی۔

تالیہ واقعی بدلتی جا رہی تھی۔ یہ شانِ بے نیازی یہ تمکنت پہلے اس کے وجود کا حصہ نہیں تھی' مگر یہ اندر تک اترتی اداسی.... یہ داتن کا دل کاٹ دینے والی اداسی بھی اس کی آنکھوں میں پہلے نہیں ہوا کرتی تھی۔ آخر ایسا کیا ہوا تھا جو وہ اتنی بدل گئی تھی؟

مگر خیر.... سن باؤ کے گھر اس رات تالیہ بمشکل ایک گھڑی رکنے کے بعد ایڈم کے ساتھ باہر آتی دکھائی دی تھی۔ محض ایک گھڑی میں کتنا کچھ ہو سکتا ہے؟ داتن نے سارے واہموں کو سر سے جھٹک دیا اور کیبنٹ کی طرف مڑ گئی۔

ذرا میں بھی تو دیکھوں کہ عوام کا پیسہ چوس چوس جانے والی سیاسی پارٹی کے دفتر میں کھانے کے لئے کیا کیا پڑا ہے۔ وہ اب چمکتی آنکھوں سے ایک کے بعد ایک کیبنٹ کھول رہی تھی۔

☆......☆......☆

وہ شام گہری ہو کے رات میں بدل گئی تھی۔ سارے دن کا منظر نامہ اس پریس کانفرنس کے بعد جہاں بدلا' وہاں کانفرنس روم میں وان فاتح سے ملنے کے لئے آنے والوں کا رش لگ گیا۔ شہر کے مختلف حصوں سے پارٹی ورکرز آ رہے تھے اور اس کی جرات مندانہ قدم کے ساتھ اظہارِ یکجہتی کر رہے تھے۔ وہ کانفرنس روم میں لوگوں کے رش کے درمیان بیٹھا تھا۔

آستینیں ابھی تک پیچھے موڑے' ٹائی ڈھیلی کیے' وہ ہنستے ہوئے خوش باش انداز میں ان سے باتیں کر رہا تھا۔ ہر آنے والا صوفیہ رحمٰن' اس کے شوہر اور والد کی شان میں نئے کلمات کا اضافہ کرتا' اپنے غصے کا اظہار کرتا' فاتح سے ہاتھ ملاتا اور اگلے ملاقاتی کو جگہ دیتا۔ وہ کرسی پہ ٹیک لگائے' بھرے ہوئے کمرے میں موجود مسکرا مسکرا کے لوگوں کی باتوں کا جواب دے رہا تھا۔ البتہ نگاہیں اٹھا کے بار بار دروازے کو دیکھتا۔ اتنے سارے مجمعے میں وہ کہیں بھی نہیں تھی۔ پتہ نہیں کہاں تھی۔

عثمان سب ملاقاتیوں کے درمیان معاملات کو ترتیب دیتا اچھا خاص کھپ چکا تھا۔ اس نے دوپہر سے کافی تک نہیں پی تھی اس لئے درمیان میں اپنی جگہ کسی اور کو کھڑا کر کے وہ باہر چلا آیا۔ آفس کی لفٹ میں سوار ہو کے وہ نیچے مال تک آیا اور کافی شاپ سے جا کے کافی خریدی۔ فی الحال خود میں کافی بنانے کی ہمت نہیں تھی۔

سینڈوچ کھاتا' کافی دوسرے ہاتھ میں پکڑے وہ واپس باہر آیا تو لفٹ کے دروازے کھلتے ہی سامنے ریسیپشن پہ بیٹھی پارٹی ورکر نے اسے دیکھ کے مسکرا کے ہاتھ ہلایا۔

''تم نے بتایا ہی نہیں عثمان!'' وہ اپنی جگہ سے اٹھ کے خوشگوار حیرت سے بولی۔ وہ حیران سا قریب آیا۔

''کیا؟''

''کہ تمہارے ہاں بیٹا ہوا ہے۔ مبارک ہو۔''

عثمان چند لمحے خالی خالی نظروں سے اسے دیکھتا رہا۔ پھر نفی میں سر ہلایا۔ ''میری تو ابھی شادی بھی نہیں ہوئی۔ یہ کس نے کہا ہے؟'

''اوہ۔ میں نے سنا ہے ابھی آفس میں۔'' وہ حیران سی وضاحت دینے لگی تھی۔

لاؤنج میں وہ کافی کا گلاس لئے آ کے بیٹھا ہی تھا کہ دو کولیگز اس کے قریب آ رکے۔

''مبارک ہو عثمان۔ اللہ تمہیں بیٹا مبارک کرے۔''

وہ گردن اٹھا کے بے یقینی سے انہیں دیکھنے لگا۔ ''یار میری شادی بھی نہیں ہوئی ابھی۔''

''عثمان.....بہت مبارک ہو۔ مٹھائی کہاں ہے؟'' باتھ رومز کی طرف جاتے ہوئے ایک سینئر سیاستدان نے اسے روک کے کہا تو اس نے ضبط سے گہری سانس لی۔

''سر کسی دوسرے عثمان کا بیٹا ہوا ہوگا' میرے ہاں ایسی کوئی خوشخبری نہیں ہے۔''

کافی ختم کر کے، سینڈوچ کی کلنگ فلم ردی کی ٹوکری میں ڈال کے، وہ ہاتھ دھو کے نکلا اور کانفرنس روم کی طرف جانے لگا تو راستے میں وان فاتح کے آفس کا کھلا دروازہ نظر آیا۔ آفس خالی تھا صرف تالیہ اندر کھڑی تھی۔ اسے دیکھ کے مسکرا کے ہاتھ ہلایا۔ عثمان چکرا کے رہ گیا۔ پھر تیزی سے چوکھٹ تک آیا اور بے چارگی سے پھٹ پڑا۔

''پلیز مجھے مبارکباد مت دیجئے گا' چے تالیہ۔ میرے ہاں کوئی بیٹا نہیں ہوا۔ یہ خبر غلط ہے۔'' بے بسی سے اطلاع دے کر وہ مڑنے لگا جب تالیہ کی آواز آئی۔

''خبر غلط ہو تو بھی کتنی جلدی پھیلتی ہے نا عثمان؟''

واپس مڑتے عثمان کے قدم زنجیر ہوئے۔ یہ ٹھنڈی' بے رحم آواز تالیہ کی تھی مگر انداز....وہ اس انداز سے ناآشنا تھا۔ دھیرے سے وہ ایڑیوں پہ واپس گھوما۔

فاتح کی میز کے کنارے پہ وہ بیٹھی تھی۔ پھولدار رومال گردن میں باندھے' اونچی سنہری پونی والی تالیہ مسکرا کے اسے دیکھ رہی تھی۔ فضا میں کچھ ایسا تھا جو غلط تھا۔

''جی؟'' عثمان نے پتلیاں سکوڑ کے اسے دیکھا۔ پھر ہاتھ پیچھے کر کے دروازہ بند کیا۔ ایک دم سارے آفس کا شور اور ہنگاموں کی آوازیں آنا رک گئیں۔

کمرے میں سناٹا چھا گیا۔ اب وہاں صرف وہ دونوں موجود تھے۔

''صرف ایک شخص کو کہا میں نے کہ عثمان کا بیٹا ہوا ہے اور کسی نے وضاحت نہیں مانگی۔ یقین کر لیا۔ کارپوریٹ ورلڈ میں خبریں کتنی جلدی پھیل جاتی ہیں عثمان۔''

عثمان نے کنکھیوں سے کھڑکیوں کو دیکھا۔ بلائنڈز بند تھے۔ فاتح ان کو کھول کے رکھتا تھا۔ وہ تالیہ نے بند کیے تھے۔ وہ اس ملاقات کے لئے کمرے کو تیار کر چکی تھی۔

''چے تالیہ....میں سمجھا نہیں۔'' اسے غور سے دیکھتے احتیاط سے الفاظ ادا کیے۔

''وان فاتح سمجھتے ہیں کہ جو آدمی اتنا عرصہ ساتھ کام کرے اس کو نکالنا نہیں چاہیے۔ لیکن میں یہ سمجھتی ہوں کہ اگر اسے نکال بھی دو اور وہ جا کے کسی کو اپنے باس کا راز بتا بھی دے تو اسے Wistle blower کہا جائے گا۔ آج اگر میں ایک آفس میں سرگوشی میں بھی کہوں کہ....(اپنے ہونٹوں کے گرد ہاتھوں کا پیالہ بنا کے سرگوشی میں بولی) عثمان وسل بلوور ہے (باس کا راز کھولنے والا) تو تم دیکھنا (ہاتھ واپس نیچے گرا دیے اور آواز بلند کر لی) کہ تمہیں سارے شہر میں کوئی جاب نہیں دے گا۔ خبر بہت جلدی پھیلتی ہے یہاں' عثمان۔''

''میں نے کچھ نہیں کیا۔'' اس کے ماتھے پہ بل پڑے اور جبڑا بھنچ گیا۔

''ہم دونوں جانتے ہیں کہ یہ ویڈیو تم نے بنائی تھی۔'' وہ اس کی آنکھوں میں دیکھ کے تنفر سے بولی۔ ''تم اشعر کے لئے کام کرتے ہو۔ تم اشعر کے آفس بھی جاتے ہو۔ اور یونو واٹ' فاتح صاحب کو سب معلوم ہے مگر ویڈیو والی بات ان کو نہیں معلوم۔''

''اول تو میں نے کچھ کیا ہی نہیں لیکن اگر آپ فاتح صاحب کو بتائیں گی بھی سہی تو کیا ثبوت دیں گی' ہاں؟'' وہ چبھتی ہوئی نظروں سے اسے دیکھ کے بولا۔

میز کے کونے پہ بیٹھی تالیہ اٹھی اور مسکرا کے قدم قدم چلتی اس کے مقابل آرکی۔ ''تم نے ہی کہا تھا کہ ایسے معاملے ہمیں خود ہینڈل کرنے چاہئیں' فاتح صاحب کو درمیان میں نہیں لانا چاہیے۔ تو ٹھیک ہے۔ نہیں لاتے۔'' اس نے نظریں عثمان پہ جمائے بازو پیچھے کیا اور میز پہ رکھا تہہ شدہ کاغذ اٹھا کے سامنے کیا۔

''یہ تمہارا استعفیٰ ہے عثمان۔ اس میں لکھا ہے کہ تم زیادہ اچھی جاب کی تلاش میں بہت افسوس سے یہ جاب چھوڑ رہے ہو۔ اسے سائن کر دو۔''

عثمان کی آنکھوں میں سرخی اترنے لگی۔ وہ اسے گھورتے ہوئے غرایا۔ ''اور اگر میں ایسا نہ کروں تو؟''

''تو میں سرگوشی کروں گی کہ تم وسل بلوور ہو اور بٹن کیمرہ کوٹ پہ لگائے تمہاری پارٹی کی تصاویر لیک کر دوں گی۔ اللہ تو انکو کی قسم' تمہیں سارے شہر میں کوئی اپنا سیکرٹری نہیں رکھے گا۔ یہ تو طے ہے کہ اس آفس میں آج تمہاری آخری شام ہے۔'' وہ کاغذ بڑھائے چبا چبا کے کہہ رہی تھی۔ ''اب تمہارے پاس دو راستے ہیں۔ عزت سے استعفیٰ دے دو تو میں تمہیں وان فاتح سے ریکمنڈیشن لیٹر لکھوا دوں گی اور تمہیں اچھی جگہ مل جائے گی۔ یا پھر واقعی میں وسل بلوور بن جاؤ اور فاتح صاحب کے دشمنوں کے پاس جا کے ان کے راز اگلنے لگو۔ سولہ گھنٹے ان کے ساتھ گزارنے پہ ان کی کئی کمزوریوں سے واقف ہو گے۔ یوں چار پیسے تو کما لو گے مگر سارے شہر کی سیاسی کمیونٹی میں بدنام ہو جاؤ گے۔ فیصلہ تمہارا ہے۔''

''اور اگر میں آپ کے بارے میں سرگوشی کر دوں کہ ویڈیو آپ نے بنائی ہے' تب؟''

تالیہ نے مسکرا کے شانے اچکائے۔ ''تو کر دو۔ تالیہ مراد تو کسی سے نہیں ڈرتی نہ میں کوئی سیکرٹری ہوں جس کی روزی روٹی سیاسی پارٹیوں سے لگی بندھی ہے۔ میں تو پہلے ہی صاحبِ ثروت ہوں۔ مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اور وان فاتح .... وہ کس کے وسل بلوور ہونے کا یقین کریں گے تم خوب جانتے ہو۔''

عثمان نے ایک خشمگیں نگاہ اس کے بڑھے ہاتھ میں پکڑے کاغذ پہ ڈالی اور پھر جھپٹ کے کاغذ کھینچا' اسے کھولا اور اوپر لے جا کے سطور پڑھیں۔ اس کے اندر باہر کڑواہٹ گھلتی جا رہی تھی۔

پھر وہ میز تک جھکا۔ کاغذ کو میز کی سطح پہ رکھا اور قلم کھینچ نکالا۔ پھر جھک کے اس پہ دستخط گھسیٹے اور تالیہ کی طرف مڑا۔ وہ اب اس کی

طرف گھوم چکی تھی۔

''ایک ماہ کا بونس اور جاب ریکمنڈیشن لیٹر۔ مجھے دونوں چاہئیں۔''

''ڈیل۔'' وہ مسکرادی۔

''اور ایک بات میں آپ کو بتادوں' چے تالیہ۔'' اس نے استعفیٰ زور سے اس کے ہاتھ میں تھمایا اور چبا چبا کے بولا۔'' آپ وان فاتح کی کنگ میکر بنتی جارہی ہیں اور آج تو سب نے آپ کو نوٹس کرلیا۔ سیاسی پارٹی میں نوٹس میں آجانا بڑی خطرناک بات ہوتی ہے' چے تالیہ۔ راسپوٹین بننا آسان نہیں ہے۔ مجھے وہ وقت دور نہیں نظر آرہا جب اتنی تیزی سے سیڑھیاں پھلانگتے ہوئے آپ کو معلوم ہوگا کہ پاریسینیشل دراصل سانپ سیڑھی کا کھیل ہے۔ طاقت کی ہوس میں ایک غلط قدم آپ کو بری طرح نیچے پٹخ دے گا۔''

''میں تمہاری طرح نہیں ہوں' عثمان۔'' اس کی مسکراتی سرد آنکھیں عثمان پہ جمی تھیں۔ وہ طنزاً مسکرایا۔

''شروع شروع میں سب یہی کہتے ہیں۔ مگر آپ ایک دن میری جگہ پہ کھڑی ہوں گی۔ مارک مائی ورڈز!'' اسے گھورتے ہوئے مڑ گیا۔

تالیہ کے چہرے پہ سایہ سا گزرا مگر پھر وہ زخمی انداز میں مسکرادی۔''دیکھتے ہیں۔'' باہر نکلتے عثمان کو پکارا تو وہ سر جھلا کے نکلتا گیا۔

تھوڑی دیر بعد وہ اشعر کے آفس میں بیٹھا بے بسی بھرے غصے سے روائیداد سنا رہا تھا۔ اشعر کنٹرول کرسی پہ بیٹھا مسکرا کے سن رہا تھا۔ پھر ستائشی انداز میں ابرو اچکائے۔

''چے تالیہ میری امید سے زیادہ guts والی ہیں۔ انٹرسٹنگ۔'' پھر مسکرا کے آگے ہوا اور تسلی دینے والے انداز میں کہا۔''تم فکر نہ کرو' میں بھی تمہیں ریکمنڈیشن لیٹر لکھ دوں گا۔ یہ ایک باعزت ایگزٹ ہوگی تمہارے لئے۔''

''میرے لئے ویسے بھی اب یہاں کام مشکل ہوگیا تھا۔'' وہ برہمی اور مایوسی کے ملے جلے تاثرات سے کہہ رہا تھا۔

''مگر عثمان.... ایک بات سچ ہے۔ تم یہاں سے جا کر آبنگ کے خلاف کسی سے ایک لفظ نہیں کہو گے۔ تالیہ ٹھیک کہہ رہی ہے۔ اگر تم وسل بلور بن گئے تو تمہیں دوبارہ کوئی نوکری نہیں دے گا۔'' سنجیدگی سے تنبیہہ کی تو عثمان نے فوراً سر ہلایا۔

''آف کورس' سر۔ میرا دماغ خراب ہے جو ان سے ریکمنڈیشن لیٹر لکھوا کے یوں کروں گا؟'' عثمان نے جھرجھری لی تھی۔ اس کا موڈ بے حد خراب تھا مگر وہ اپنی حدود پہچانتا تھا۔

☆......☆......☆

جدید ملاکہ کے اس ہوٹل کی لابی میں معمول کی چہل پہل تھی۔ ایسے میں ایڈم ایک دفعہ پھر ہوٹل میں داخل ہو رہا تھا۔ صبح کے برعکس اس وقت وہ نروس دکھائی دیتا تھا۔ اس نے سوٹ پہن رکھا تھا جو ادھار مانگا لگتا تھا۔ اور بار بار ٹائی درست کرتا ادھر ادھر دیکھ رہا تھا۔

لابی عبور کر کے وہ اندازے سے اس طرف آیا جہاں ہوٹل کے باتھ رومز بنے تھے۔ ایک باتھ روم میں جلدی سے گھسا اور دروازہ بند کیا۔ پھر اندر آ کے آئینے کے سامنے کھڑا ہوا اور کوٹ اتار' پھر سیاہ ٹائی اتار دی اور جیب سے سیاہ پٹی نکال کے کالر پہ Bow بنا کے گرہ باندھی۔ سفید شرٹ' سیاہ پینٹ اور سیاہ 'بو' کے باعث اب وہ ایک دم سے ویٹر لگنے لگا تھا۔ نیم پلیٹ بھی لگالی تھی۔

پھر اس نے دو تہہ شدہ تولیے اٹھائے اور سر جھکا کے باہر نکلا۔ پھر یونہی ویٹرز کی طرح چلتا سر نیہوڑائے آگے گیا۔ ایک موڑ مڑا تو سامنے سروس رومز تھے۔ سنجیدہ شکل بنائے اندر داخل ہوا وہاں چند بیرے اور یونیفارم والی ملازمائیں کام کرتے دکھائی دے رہے تھے۔ وہ ایک ریک کے سامنے کھڑا ہو گیا اور بظاہر تولیے اور صابن درست کرنے لگا۔

کمرے میں دوسرے لوگ بھی تھے' اور یوں لگتا تھا کہ کوئی مسلسل اسے دیکھ رہا ہے۔ ایک دو دفعہ ڈر کے دیکھا بھی سہی مگر سب اپنے کام میں مگن تھے۔ یہ شفٹ کے بدلنے کا وقت تھا اور ویٹرز اپنے لاکر سے سامان نکال کے گھر جانے کی تیاری کر رہے تھے۔ ایڈم کے ہاتھ کپکپانے لگے۔ کہیں کوئی پکڑ نہ لے۔ پھر جلدی سے ایک اسٹاف باتھ روم کی طرف آیا اور دروازہ بند کر کے تالیہ کو کال ملائی۔

وہ اس وقت آفس کے ایگزیکٹو کچن میں کھڑی برنر پہ ساس پین میں پانی ابلتے دیکھ رہی تھی۔ چائے کے پتے ساتھ رکھے تھے۔ فون بجا تو اس نے موبائل کان سے لگایا۔

''ہاں شیرلاک.....کہاں پہنچی تمہاری تفتیش؟'' محظوظ انداز میں پوچھا۔ خلافِ توقع اس نے برا نہیں منایا۔ پریشان لگتا تھا۔

''چے تالیہ۔ میں بھیس بدل کے ایک کمرے میں موجود ہوں اور مجھے لگ رہا ہے کہ کوئی مجھے مسلسل دیکھ رہا ہے۔''

''ریلیکس ایڈم۔ کوئی نہیں دیکھ رہا تمہیں۔''

''اف میری جان نکل رہی ہے۔ اگر کوئی میرے سر پہ آ گیا اور کچھ پوچھنے لگا تو میں کیا کروں گا؟ آپ کی بری صحبت کا اثر ہے جو میں بھی لوگوں کو Con کرنے لگ گیا ہوں۔''

''کسی کو Con کرنے کا سارا آرٹ اسی لفظ Con میں چھپا ہے۔ Con یعنی کانفیڈنس' ایڈم۔ تم جتنے اعتماد سے کردار نبھاؤ گے اتنے کامیاب ہو گے۔''

وہ اب پتے اندر جھونک رہی تھی۔ قدموں کی چاپ سنائی دی تو بالکل نہیں مڑی۔ جانتی تھی پیچھے کون ہے جس کو چائے کی طلب ہو رہی ہے۔

''وہ تو ٹھیک ہے مگر مجھے کیسے پتہ چلے گا کہ کون مجھے دیکھ رہا ہے؟''

''اگر تمہیں یہ معلوم کرنا ہے کہ مجمع میں سے کون تمہیں دیکھ رہا ہے تو جمائی لو۔''

''ہیں؟'' وہ حیران ہوا۔

''جمائی contagious ہوتی ہے۔ کسی کو لیتے دیکھ کے ہمیں بھی آنے لگتی ہے۔ تمہیں دیکھنے والے کو دور سے بھی تمہیں جمائی لیتے دیکھ کے جمائی آئے گی۔ اور تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ کون تمہیں گھور رہا ہے۔''

فون رکھ کے گردن موڑی تو فاتح چوکھٹ سے ٹیک لگائے' سینے پہ بازو لپیٹے مسکرا کے اسے دیکھ رہا تھا۔ ''جمائی؟ سیریئسلی؟''

''یوسی.... میں کچھ لوگوں کی ٹیچر بھی ہوں۔'' مسکرا کے شانے اچکائے اور واپس چائے کی طرف پلٹ گئی۔ اس نے بازو نیچے کیے اور قدم قدم چلتا قریب آیا۔

''تھینک یو.... اس تقریر کے لئے.... اس نے بہت مدد کی۔'' وہ صاف گوئی سے کہہ رہا تھا۔ ''مگر تم سیلبریشن گیدرنگ میں موجود نہیں تھیں۔''

''مجھے دوسرے اہم کام کرنے تھے' چیئر مین۔'' اس نے ساس پین اٹھایا اور ساتھ ہی مگ پہ چھلنی رکھی۔ ''عثمان نے استعفیٰ دے دیا ہے۔ اس کو بہتر جاب مل گئی ہے۔''

''تو میرا شک درست تھا۔ مجھے یقین تھا یہ ویڈیو عثمان نے لیک کی ہے۔'' وہ سنجیدہ ہوا تو تالیہ نے چائے کپ میں انڈیلتے شانے اچکائے۔

''مجھے نہیں معلوم' چیئر مین۔ وہ عزت سے استعفیٰ دے رہا ہے' ہمیں بھی باوقار طریقے سے خاموش رہنا چاہیے۔''

''تم نے مجھے اپنی ڈائیورس کے بارے میں کیوں نہیں بتایا؟'' اس نے جواب میں ایک دم اتنی غیر متوقع بات کہی کہ چائے کی دھار مگ میں انڈیلتی تالیہ کے ہاتھ سست ہوئے۔ پر دوسرے ہاتھ کو اوپر اٹھا کے سرخ آنسو والی انگوٹھی دکھائی۔

''میری دوسری شادی ابھی قائم ہے' سر۔''

''اوہ گڈ۔'' اس کی جیسی تشفی ہوئی۔ ''تو وہ سیکنڈ ہزبینڈ ہے جو سفر پہ گیا ہے اور وہاں سے چاکلیٹس بھیجتا ہے۔ کول!'' اس نے جیسے تبصرہ کیا۔ گرم قہوہ ذرا سا چھلکا مگر وہ سنبھل گئی۔ سیدھی ہوئی اور چہرے پہ جبری مسکراہٹ سجائے کپ اس کی طرف بڑھایا۔

''تھینک یو۔ مجھے اس کا ذائقہ بہت پسند ہے۔ کیسے بناتی ہو تم یہ؟'' وہ مگ تھامے ستائش سے کہہ رہا تھا۔ وہ لمحے بھر کو اس کی آنکھوں میں دیکھ کے رہ گئی۔ ''چھوڑیں' سر۔ چائے بنانا آپ کا کام نہیں ہے۔''

''ہاں' میرے پاس اس سے بڑے کام ہیں۔''

''اور وہ بڑے کام بھی ہو جائیں گے' سر۔ فنڈز مل جائیں گے۔''

فاتح نے جواب نہیں دیا۔ بس مگ تھامے پلٹ گیا تو وہ پیچھے سے بولی۔ ''ہو سکتا ہے آپ کے اپنے گھر میں ایک خزانہ موجود ہو جو کیمپیئن فنڈز کے لئے کافی ہو۔ اگر میں وہ خزانہ آپ کو لا دوں تو آپ کو اپنی ڈیل یاد ہے نا' سر؟'' وہ اچنبھے سے پلٹا۔

''سن باؤ والے گھر میں؟''

''آپ کے گھر میں سر!'' اس نے مسکرا کے دہرایا اور پرس اٹھاتی ساتھ سے گزر کے باہر نکل گئی۔

وہ راہداری میں آگے بڑھ رہی تھی کہ اشعر کے آفس سے نکلتے ایک آدمی کو دیکھ کے رکی۔ وہ سوٹ میں ملبوس باوقار سا آدمی فائل اٹھائے نکل رہا تھا۔ تالیہ ٹھہر گئی۔ یک ٹک اس کو دیکھنے لگی۔ ابھی چند روز قبل تو اس نے اس آدمی کو خواب میں دیکھا تھا۔ وہ اپنے آفس میں کھڑا شیشے کی دیوار سے نظر آ رہا تھا اور تالیہ راہداری کی شیشے کی دیوار پہ زرد پوسٹرز چسپاں کر رہی تھی۔ جھماکے کی طرح اسے یہ منظر یاد آیا۔

وہ آدمی اشعر سے آخری بات کہہ کے باہر نکلا تو تالیہ کو وہاں کھڑے دیکھا۔ ذرا سا مسکرایا اور آگے بڑھ گیا۔ وہ گردن موڑ کے اسے دیکھتی چوکھٹ تک چلی آئی۔ اشعر جو کرسی پہ ٹیک لگائے تنہا سا بیٹھا تھا' سیدھا ہوا۔

''ہے تالیہ۔''

''یہ....کون صاحب تھے؟''

''یہ ادیب بن سوتہیں۔ معروف سیاستدان۔ کچھ دن پہلے امریکہ گئے تھے۔ آج ہی واپس آئے ہیں۔ اب یہ آپ کو اکثر یہاں نظر آئیں گے۔'' اشعر مسکرا کے بتا رہا تھا۔ وہ 'ہوں' کر کے سوچتی ہوئی اندر داخل ہوئی۔ اشعر بے اختیار جگہ سے اٹھ گیا۔

''آپ نے کبھی بتایا نہیں اپنی شادی کا....اور اپنی ڈائیورس کا۔'' شائستگی سے پوچھا تو وہ ہلکا سا مسکرائی۔

''آپ نے کبھی پوچھا ہی نہیں۔'' وہ میز کے دوسرے سرے پہ اس کے مقابل آ کھڑی ہوئی تھی۔ ایک ہاتھ سے بیگ کا اسٹریپ تھام رکھا تھا۔ کمرے میں آکورڈ سی خاموشی ہو گئی۔

''ویل....آپ گھر جا رہی ہیں؟''

''تھوڑی دیر تک۔ بس ڈسپنسر کی طرف جا رہی تھی پانی پینے تو ان صاحب کو دیکھ کے رکی۔''

''میرے آفس کا پانی زیادہ صاف ہے۔'' وہ مسکرا کے کہتا میز کے پیچھے سے نکلا اور سائیڈ ٹیبل تک آیا۔ ٹھنڈی بوتل فریج سے نکالی اور واپس آ کے اسے تھمائی۔

''شکریہ اشعر صاحب۔'' اس نے مسکرا کے بوتل پرس میں رکھی۔ اور مڑنے لگی تو وہ جلدی سے بول اٹھا۔

''اگر آپ نے کھانا نہیں کھایا تو ہم ساتھ ڈنر کر سکتے ہیں۔ اصل میں کارنر پہ ایک بہت اچھا نیا ریستوران کھلا ہے اور میں نے ان کا کھانا ابھی ٹرائی نہیں کیا۔ سوچ رہا تھا کہ آپ کا ٹیسٹ....''

''میں نو بجے وہاں پہنچ جاؤں گی۔ لوکیشن ٹیکسٹ کر دیجئے گا۔'' وہ بات کاٹ کے بولی تو اشعر گنگ رہ گیا۔ اسے تالیہ سے اتنی جلدی ہامی بھرنے کی امید نہ تھی۔

وہ جس طرح آئی تھی، ویسے ہی چلی گئی۔ اور وہ خوشگوار حیرتوں میں گھرا رہ گیا۔

☆......☆......☆

ہوٹل کے اسٹاف روم میں ایڈم مسلسل جمائی لیتا ٹرالی پہ چیزیں جوڑ رہا تھا۔ کنکھیوں سے وہ اطراف کا جائزہ بھی لے رہا تھا۔ جب اپنے اپنے کاموں میں لگے تھے۔ کوئی بھی جمائی نہیں لے رہا تھا۔ چہ تالیہ کو تو اللہ پوچھے۔

وہ ٹرالی دھکیلتا باہر نکلا ہی تھا کہ پیچھے سے گرج دار آواز آئی۔

''اسے سنو.... تم کون ہو؟''

ایڈم نے آنکھیں بند کر کے گہری سانس لی۔ (میں قدیم ملاکہ کے محلات میں سلطان بندا ہارا' شہزادی' ملکہ وغیرہ کے ساتھ چہل قدمی کرنے کا شرف حاصل کر چکا ہوں۔ اور تو اور میں وقت میں بھی سفر کر چکا ہوں اور وہ بھی اسپلی میں کیونکہ میری گردن پہ نہ مہر بنی نہ میری یادداشت کھوئی۔ تو تم کیا چیز ہو' ہونہہ)

اور پھر پورے اعتماد سے مڑا۔ سامنے فرنچ کٹ والا ہیڈ ویٹر کھڑا اسے گھور رہا تھا۔

''سر میری نائٹ شفٹ ہے آج۔ اور میں کب سے آپ کو ڈھونڈ رہا ہوں۔ آپ کو مینیجر صاحب اپنے آفس میں بلا رہے ہیں۔ وہاں ہنگامہ ہوا کھڑا ہے۔ آپ کے گھر سے کوئی خاتون بھی ہیں وہاں اور....'' رازداری سے آواز آہستہ کی۔ ''کسی ویٹرس کو بھی پیش ہونے کا حکم دیا ہے انہوں نے۔''

''کیا مطلب؟'' وہ تعجب مگر ہلکی سی پریشانی سے بولا اور تیزی سے آگے بڑھ گیا۔ ایڈم نے گہری سانس لی اور جلدی سے ٹرالی دھکیلتا آگے بڑھ گیا۔

اسے عمر سے اندازہ ہو گیا تھا کہ یہ ہیڈ ویٹر شادی شدہ لگتا ہے اور پھر بیویاں تو سب کی شکی ہوتی ہیں۔ تیر نشانے پہ لگا یا نہیں' اس کی خلاصی ہو گئی تھی۔

وہ پانچویں منزل پہ آیا جہاں اس کمرے کا بند دروازہ تھا جس کے اندر کیمرہ لگا تھا۔ ٹرالی اس نے ایک طرف رکھی۔ ماتھے پہ پی کیپ جمائی اور خاموشی سے آگے بڑھ کے فائر الارم بجا دیا۔ پھر جلدی سے اوٹ میں ہو گیا۔

الارم زور زور سے چنگھاڑنے لگا۔ چند لمحوں میں یکے بعد دیگرے دروازے کھلے اور لوگ باہر بھاگنے لگے۔ ایڈم اوٹ سے دیکھنے لگا۔ دفعتاً مطلوبہ کمرے کا دروازہ بھی کھلا اور ایک نوجوان تیزی سے باہر آیا۔ ڈریس شرٹ اور پینٹ میں ملبوس وہ خوش شکل اور مہذب سا ملے نوجوان تھا۔ دوسرے مہمانوں کے ساتھ وہ بھی فائر ایگزٹ کی طرف بھاگا۔

اس کے جاتے ہی ایڈم تیزی سے اندر داخل ہوا اور دروازہ بند کیا۔ اس کے ہاتھ پھر سے کپکپانے لگے تھے۔ جلدی سے گلدان

تک آیا، اور اسے ایک طرف کیا۔ بلب میں لگے کیمرے کو فکس کیا تاکہ اب منظر درست نظر آئے۔ گڈ۔ پھر مڑا اور ادھر ادھر دیکھا۔ میز پہ چند کاغذات رکھے تھے۔ اس نے جلدی جلدی ان کو کھنگالا۔ وہاں کچھ خاص نہ تھا۔ وہ آدمی اپنا والٹ وغیرہ ساتھ لے گیا تھا۔ بریف کیس بھی لاکڈ تھا اور لیپ ٹاپ کو وہ اتنے کم وقت میں کھولنے کا سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ کیا کرے؟

پھر ایک دم وہ گھوما۔ وہ فلاور بکے جو ہوٹل کے مہمانوں کے استقبال میں کمرے میں پہنچایا جاتا تھا وہ سامنے میز پہ رکھا سوکھ رہا تھا۔ ایڈم نے جھپٹ کے اس پہ رکھا کارڈ اٹھایا۔

''ہم مسٹر فہمی بن سلام کو خوش آمدید کہتے ہیں۔'' وہاں اس آدمی کا نام لکھا تھا۔ اس نے مسکرا کے نام ازبر کیا اور کارڈ واپس رکھ کے تیزی سے باہر نکلا۔ لوگ ابھی تک راہداری میں بھاگتے دکھائی دے رہے تھے۔ وہ پی کیپ سر پہ ترچھی کیے رش کے درمیان گم ہو گیا۔



وہ ریستوران سمندری غذا کھانے والوں کے لئے خاص بنایا گیا تھا، اندر سرخ مدھم سی روشنیاں بکھری تھیں اور ماحول کو خوابناک اور پراسرار سا بنا رہی تھیں۔ فضا میں مچھلی اور تلے ہوئے جھینگوں کی خوشبو پھیلی تھی۔ بالائی منزل پہ شیشے کی دیوار کے ساتھ والی کرسی پہ اشعر محمود منتظر سا بیٹھا بار بار گھڑی دیکھ رہا تھا۔ ادھر سوئی نو اور بارہ پہ آئی' ادھر سامنے گلاس ڈور دھکیلتی تالیہ اندر داخل ہوتی دکھائی دی۔ اس نے آتے ساتھ ہی گردن دائیں بائیں گھمائی۔ وہ اسی فراک' پھولدار رومال اور اونچی پونی والے حلیے میں تھی۔ سیاہ بڑا سا پرس بھی کہنی پہ تھا۔ اشعر پہ نظر پڑی تو ہلکا سا مسکرائی اور سیدھ میں چلتی آئی۔

وہ مسکرا کے اٹھ کھڑا ہوا اور اس کے لئے کرسی کھینچی۔ تالیہ نے نشست سنبھالی' پرس قدموں میں رکھا اور کہنیاں میز پہ رکھ کے بڑی فراغت سے اشعر کو دیکھا جو اب سامنے بیٹھ رہا تھا۔

دونوں کے درمیان کانچ کی صراحی میں رکھا ایک تازہ سرخ گلاب حائل تھا۔ سرخ مدھم روشنیوں سے مزین ہال کے کونے میں وہ شیشے کی دیوار کے ساتھ میز کے دونوں اطراف اب بیٹھ چکے تھے۔

''آج آپ کے بارے میں بات کریں گے' تالیہ۔'' وہ مسکرا کے گویا ہوا۔ ''سو آپ کا ایکس ہزبینڈ کیا کرتا تھا۔''

ہتھیلی پہ تھوڑی گرائے تالیہ نے دلچسپی سے اسے دیکھا۔ ''آپ دونوں نے تھائی لینڈ میں ایک ایکسپورٹ پراجیکٹ ساتھ کیا تھا اور اس سے پہلے آپ اس سے سنگاپور کے سفر کے دوران ٹرین میں ملے تھے۔''

اشعر حیرت زدہ رہ گیا۔ ''آپ کے ایکس ہزبینڈ کو؟''

''نہیں اشعر صاحب۔ میں اس آدمی کی بات کر رہی ہوں جو گھائل غزال کی بولی لگا کے مسز عصرہ کو بدنام کرنے جا رہا تھا۔ جعفر صاحب' اس آدمی اور آپ کا کنکشن ڈھونڈ لیا ہے میں نے۔''

اشعر کی مسکراہٹ مدھم ہوئی۔ وہ بنا پلک جھپکے اسے دیکھتا ذرا پیچھے ہوا۔ ''تالیہ میں سمجھا نہیں۔''

''اور اگر میں یہ ڈھونڈ سکتی ہوں تو یہ بھی جانتی ہوں کہ وان فاتح کو فنڈز کی کمی کا شکار کرنے اور سن باؤ کا گھر بیچنے پہ مجبور کرنے والے بھی آپ ہیں۔ ان کی دکانوں میں آگ بھی آپ نے لگوائی تھی اور شیئرز کو ڈبونے میں بھی آپ کا ہاتھ تھا۔ ہمارا یہ ڈنر میرے بارے میں نہیں، آپ کے بارے میں بات کرنے کے لئے ہے، ایش!'' ہتھیلی پہ چہرہ گرائے پلکیں جھپکا جھپکا کے اسے دیکھتی وہ کہہ رہی تھی پھر پرس میں ہاتھ ڈال کے ایک تہہ شدہ کاغذ میش پہ رکھا۔

اشعر چند لمحے اسے دیکھتا رہا۔ پھر ایک دم کھل کے ہنس پڑا۔

''اور بچے تالیہ کو لگا کہ عبداللہ اور عثمان کے بعد وہ مجھ سے بھی استعفیٰ پہ دستخط کروالیں گی۔ نہیں نہیں تالیہ۔ اتنی جلدی نہیں۔'' وہ ہنستے ہوئے نفی میں سر ہلا رہا تھا۔ ''یوسی، میں عثمان نہیں ہوں جو چپ چاپ کاغذاتِ نامزدگی واپس لے لوں گا یا عبداللہ جس کو ڈرا دھمکا کے آپ وان فاتح سے معافی مانگنے پہ مجبور کر دیں گی۔'' پھر آگے کو جھکا اور مسکرا کے اس کی آنکھوں میں جھانکا۔ ''میں اشعر محمود ہوں۔ میں..... کنگ میکر ہوں۔ میں ابھی جا کے وان فاتح کے سامنے بانگِ دہل کہہ سکتا ہوں کہ یہ سب میں نے کیا ہے۔ اور وہ چپ رہیں گے۔ نہ وہ میرے خلاف پولیس میں جا سکتے ہیں۔ نہ پریس میں۔ خاندانی کی بدنامی ان کو لے ڈوبے گی۔ سو.... یوسی....'' کندھے اچکائے۔ ''میرے ساتھ یہ استعفوں پہ دستخط کروانے والے tantrums نہیں کام کریں گے۔''

وہ ابھی تک مسکرا کے دلچسپی سے اسے دیکھ رہی تھی۔ ''آپ نے شہزادی تاشہ والی کہانی سنی ہے، ایش؟''

''وہ بندا ہارا کی بیٹی؟ ہاں کورس میں پڑھی تھی۔''

''اس نے ابوالخیر نامی امیر اور بدعنوان سوداگر سے مسجد کے نام پہ چندہ لیا تھا۔ تاریخ کہتی ہے کہ اس کی نیت نیک تھی اور مسجد واقعی بنی تھی، مگر میں آپ کو بتاؤں، ایش....''

مسکرا کے اس کی آنکھوں میں جھانکا۔ ''اسے نہ مسجد کی ضرورت تھی، نہ چندے کی۔ اسے اس طاقت کی ضرورت تھی جو ابوالخیر جیسے دولت مند آدمی کو اپنا حلیف بنانے پہ اسے ملنے والی تھی۔ یہ استعفیٰ نہیں ہے۔'' اس نے کاغذ کھولا تو وہ کورا تھا البتہ اس کے اندر ایک اور ننھا کاغذ رکھا تھا جس کو دیکھ کے اشعر چونکا۔

''یہ.....''

''میں نے فاتح صاحب سے کہا کہ ان کے گھر میں ایک خزانہ ہے جو الیکشن میں ان کے کام آئے گا۔ وہ کیوں گھر بیچیں یا قرضہ لیں؟ وہ اس خزانے کو استعمال کیوں نہ کریں؟'' اور ننھا کاغذ اس کے سامنے رکھا۔ اشعر نے نظریں جھکا کے اس کاغذ کو دیکھا۔

وہ ایک چیک تھا۔ اشعر محمود کی چیک بک کا چیک۔

''آپ نے مجھ سے پانی اس لئے مانگا کیونکہ آپ کو میری میز پہ رکھی چیک بک سے ایک چیک پھاڑنا تھا پانچ سیکنڈز میں آپ نے یہ کیسے کیا' تالیہ۔ میں حیران ہوں۔''

''کیونکہ وہ خزانہ آپ ہیں اشعر صاحب۔'' وہ ہنوز مسکرا رہی تھی۔ ''آپ مجھے اس چیک پہ لکھی رقم سائن کر کے دیں گے۔ آپ آج سے وان فاتح کی کیمپئین کو فنڈ کریں گے۔ میں آپ کو استعفیٰ دینے کے لئے مجبور کرنے نہیں آئی۔ میں آپ کو واپس اپنے کیمپ میں دعوت دینے آئی ہوں۔''

اشعر کے تاثرات بدلے۔ ماتھے پہ بل پڑے۔ لب بھینچ لئے۔ ایک سخت نگاہ اس پہ ڈالی۔

''اور میں چیئر مین الیکشن چھوڑ کے آبنگ کی کیمپئین میں کیوں شامل ہوں گا' ہاں؟''

''کیونکہ آپ ابھی تک ان کو آبنگ (بھائی) کہتے ہیں۔ کیونکہ جب سے آپ نے ان کے خلاف کاغذات جمع کروائے ہیں آپ سوشل گیدرنگز سے کٹ گئے ہیں۔ لوگ آپ کو وہ پروٹوکول نہیں دے رہے جو وان فاتح کے سائے میں ہونے کی وجہ سے دیتے تھے۔ آپ اکیلے رہ گئے ہیں اور آپ نے عمر کا ایک بڑا حصہ فاتح کا کنگ میکر بن کے گزارا ہے۔ ان سے الگ ہونا آپ کو اندر سے دکھی کر رہا ہے۔ آپ ان کو مِس کرتے ہیں' اہش۔ اور آپ کو میرا ایلش کہنا ان کی یاد دلا رہا ہے۔ آپ ان کا جتنا برا چاہ لیں' آپ کے اندر کا وہ ٹین ایج لڑکا جو بہن اور بہنوئی کے ساتھ چھٹیاں گزارنے جایا کرتا تھا' وہ آج بھی وان فاتح کی وجہ حاصل کرنے کا متمنی ہے۔ بے چین ہے۔ آپ الیکشن اس لئے جیتنا چاہتے ہیں تا کہ فاتح کو کچھ بن کے دکھا دیں۔ آپ.... ان کے ساتھ.... کام کرنے کو.... miss کرتے ہیں' ایلش!''
زور دے کر وہ ایک ایک لفظ ادا کر رہی تھی اور اشعر کے جبڑے کی رگیں بھنچ چکی تھیں۔ آنکھوں میں گلابی پن نظر آنے لگا تھا۔ چبھتی ہوئی نظریں تالیہ پہ جمی تھیں۔

''آپ کو لگتا ہے کہ آپ کے اور فاتح کے حالات اتنے خراب ہو چکے ہیں کہ واپسی کا کوئی راستہ نہیں مگر یہ غلط ہے۔ میں آپ کو واپسی کا ٹکٹ دینے آئی ہوں۔ یہ آپ کی واپسی کی قیمت ہے۔ اسے ادا کریں اور واپس آ جائیں۔''

وہ چپ چاپ اسے دیکھے گیا۔ کچھ نہیں بولا۔

''آپ ایکسپورٹ کے بزنس سے وابستہ ہیں۔ اگر فاتح صاحب حکومت میں آئے تو۔ میں آپ سے وعدہ کرتی ہوں کہ کاروباری اصلاحات کا وہ بل پاس کروائیں گے جس کا مسودہ آپ کب سے تیار کر رہے ہیں۔ آپ کے آفس کا ہر ورکر جانتا ہے آپ اس بل کے بارے میں کتنے بچی ہیں۔ ہم آپ کو ایک چوری ریاست میں حکومت دیں گے۔ آپ کو آپ کا پسندیدہ بل مل جائے گا اور ہمیں پارٹی فنڈز۔ اور اگر آپ یہ نہیں کرتے تو آپ اکیلے رہ جائیں گے۔ ٹریلر آپ ایک ہفتے سے دیکھ رہے ہیں۔ پوری فلم زیادہ بھیانک ہو گی۔ زیادہ کے چکر میں تھوڑے سے بھی محروم نہ ہوں' ایلش!'' اور پھر وہ کرسی دھکیلتی اٹھی اور بیگ اٹھا لیا۔ وہ ابھی تک چبھتی نظروں سے اسے

دیکھ رہا تھا۔ بھنچی مٹھیاں چیک پہ رکھی تھیں۔

''آپ جمعے تک سوچ لیں۔ جمعے کو کاغذات واپس لینے کی آخری تاریخ ہے۔ میں آپ کو کھونا نہیں چاہتی۔ میں چاہتی ہوں کہ ہم سب ساتھ مل کے چلیں۔ جمعے کی صبح آپ اس چیک کو سائن کر کے دے دیں گے تو یہ آپ کی واپسی ہوگی۔ نہیں دیں گے تو بھی ہم عزت سے راستے الگ کر لیں گے اور پھر.... الیکشن جیسے فورم پہ ملاقات ہوگی۔ اور خاندان کی بدنامی آپ دونوں کو لے ڈوبے گی۔''

اشعر بس چپ چاپ اسے دیکھے گیا۔ لب سختی سے بھینچ رکھے تھے۔

''اور وہ ایک منی لانڈر تھا۔ اسی لئے ہماری علیحدگی ہوئی اور میں نے پھر....'' انگلی کی انگوٹھی دکھائی۔ ''ایک دوسرے آدمی سے شادی کر لی جو ابھی تک قائم ہے۔''

اشعر کے لبوں پہ تلخ مسکراہٹ ابھری۔ سر کو خم دیا۔ نظریں اس پہ جمی تھیں۔ ''اور وہ کیا کرتا ہے۔''

''وہ؟'' تالیہ اداسی سے مسکرائی۔ ''وہ ایک Adventurer ہے۔ مہم جو۔'' اور پرس کندھے پہ ڈالتی مڑ گئی۔

اس کے باہر نکلتے ہی اشعر نے غصے سے چیک اٹھایا اور اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے پرے اچھال دیے۔ کاغذ کے ٹکڑے شیشے کی دیوار سے ٹکرا کے فرش پہ بکھر گئے۔ سرخ روشنیاں اس کے اردگرد.....

☆......☆......☆

جمعرات کی شام وان فاتح کی پرسنل ایڈ خاتون جب فاتح کے ساتھ آفس میں داخل ہوئی تو اسے عثمان کی خالی میز پہ ایک لفافہ رکھا نظر آیا۔ جس کے اوپر پیپر ویٹ رکھا تھا۔

وہ بارش بھری ایک گیلی صبح تھی۔ فاتح دو افراد کے ساتھ تیز تیز چلتا سیدھا اندر آفس چلا گیا تھا وہ لوگ ابھی ابھی ایک میٹنگ سے واپس لوٹے تھے اور سیدھا آفس آئے تھے۔ عثمان کے نہ ہونے سے کام بڑھ گیا تھا اور وہ اس کی میٹنگز کا حساب کتاب بھی رکھ رہی تھی۔ سیاہ بیگ سامان سے بھرا آج بھی کہنی پہ تھا اور گلے میں مختلف رنگ کا پھولدار رومال' گلابی فراک کے ساتھ Casual حلیے کی عکاسی کر رہا تھا۔

لفافہ دیکھ کے وہ میز تک آئی اور تیزی سے اسے اٹھایا۔ پھر اندر ہاتھ ڈال کے باہر نکالا تو دیکھا.... وہ اشعر کا دستخط شدہ چیک تھا۔

تالیہ مسکرا دی۔

ساتھ میں ایک دوسرا کارڈ بھی تھا۔ اس نے وہ کھولا۔

وہ ایک ہائی پروفائل ڈنر تھا جو ویک اینڈ کی شام ہونا تھا۔ وہاں وزیر اعظم صوفیہ رحمٰن بھی مدعو تھی۔ وان فاتح ایسے ڈنرز کم اٹینڈ کرتا تھا مگر اشعر ضرور جایا کرتا تھا۔ اس کی حمایت اس بات سے مشروط تھی کہ وان فاتح اس کی تجاویز بھی سنا کرے گا اور اشعر کی پہلی تجویز اس کارڈ کی صورت تھی۔

اس کو اٹینڈ کرنا اب لازم تھا۔ اشعر محمود ایک حلیف کے ساتھ اب ڈونر بھی بن چکا تھا اور کوئی سیاستدان اپنے ڈونر کو انکار نہیں کر سکتا۔
تالیہ نے مسکرا کے دونوں چیزیں خاموشی سے اپنے بیگ میں رکھ لیں۔ اسے جو کرنا تھا' صبح کرنا تھا۔

☆......☆......☆

اشعر محمود کے قلعے نما گھر کا لان رات کے وقت برقی پولز کی سفید روشنی میں نہایا کھڑا تھا۔ لکڑی کی کینوپی کے سائے تلے مادہ ہرن اپنے ننھے غزالوں کو لئے گھاس پہ بیٹھی تھی۔ اس کی بڑی بڑی بے تاثر آنکھیں قلعے پہ جمی تھیں جس کی کھڑکیاں روشن نظر آتی تھیں۔
اندر لاؤنج میں لٹکتے سارے فانوس روشن تھے۔ پرتعیش صوفوں پہ عصرہ ٹیک لگائے تیوری چڑھائے بیٹھی تھی اور اشعر اس کے سامنے آگے ہو کے بیٹھا منت بھرے لہجے میں کہہ رہا تھا۔

''کاکا.... پلیز میری بات سمجھنے کی کوشش کرو۔''

''ایش مجھے تمہاری سمجھ نہیں آتی۔'' عصرہ نے بے اختیار کنپٹی چھوئی۔ بھورے بالوں کا ڈھیلا سا جوڑا بنائے' وہ سادہ با جو کرنگ اور کندھے پہ اسٹول جمائے اس وقت ایک ٹوٹی بکھری ہاؤس وائف لگ رہی تھی۔ ''تم نے اتنے مہینے مجھ سے فاتح کی مخالفت کروائی اور اب جب کہ میرا دل بھی کھٹا ہو چکا ہے تم چاہتے ہو کہ ہم اس کی حمایت شروع کر دیں۔''

''میں نے آبنگ کی مخالفت نہیں کروائی آپ سے۔ میں نے صرف اقتدار میں پہنچنے کا بہتر راستہ ڈھونڈنا چاہا تھا لیکن کاکا....'' وہ اسے دیکھ کے نرمی سے کہہ رہا تھا۔ ''میں آبنگ کے ہوتے ہوئے چیئرمین نہیں بن سکتا وزیرِ اعظم تو دور کی بات ہے۔ اس لئے پلیز.... ہم دونوں کی بھلائی اسی میں ہے کہ ہم آبنگ کی حمایت کریں۔''

''میں نے اس کی فائل چرائی' ایش!'' وہ ابرو چڑھائے برہمی سے اسے دیکھ رہی تھی۔ ''میں نے فاتح کو دھوکہ دیا۔ ایک ہفتے سے ہماری بات چیت بند ہے۔ اب میں کس منہ سے اسے کہوں کہ ہم نے صلح کرنی ہے؟'' اشعر نے ابرو اچکائے اور کندھے جھٹکتا پیچھے ہوا۔

''ایمانداری کی بات تو یہ ہے کاکا کہ آپ کو بھی اقتدار کا لالچ ہمیشہ سے اتنا ہی رہا ہے جتنا کہ مجھے تھا۔ آریانہ کے کھونے کے بعد آپ بدل گئیں ورنہ ڈونٹ ٹیل می کہ فرسٹ لیڈی بننا آپ کا سب سے بڑا خواب نہیں تھا۔'' وہ سفاک ہوا تو عصرہ کی آنکھیں گلابی پڑیں۔ جبڑا بھینچ گیا۔

''آریانہ کا نام مت لو۔ وہ میرے دل کا ٹکڑا تھی۔ اسے تم لوگوں کی سیاست نے چھین لیا اور اب میں دوبارہ فاتح کو اسی سیاست میں دھکیل دوں؟ میں تو سب کچھ بیچ کے امریکہ جانا چاہتی تھی' ایش۔'' وہ روہانسی ہوئی۔ ''تم مجھے کیا دوبارہ اسی دلدل میں دھکیل رہے ہو۔''

''کیا آپ آریانہ کا بدلہ نہیں لینا چاہتیں؟ کیا اس کی قربانی رائیگاں جائے گی؟'' وہ زچ سا ہو کے بولتا چلا گیا۔ پھر یکدم چپ ہوا۔ عصرہ ٹھہر کے اسے دیکھنے لگی تھی۔

''قربانی؟ کیا مطلب؟'' وہ یک لخت سیدھی ہو کے بیٹھی۔ ''میری بیٹی کوئی مری نہیں ہے۔ وہ کھو گئی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ وہ زندہ ہو گی۔ وہ.... وہ کسی اچھی جگہ پرورش پا رہی ہو گی۔'' اس کی آواز کپکپائی۔ آنکھ سے آنسو لڑھکا۔

''ہاں میرا بھی یہی مطلب تھا۔''

☆......☆......☆

''نہیں ایش۔ تمہارا مطلب کچھ اور تھا۔'' وہ بے قراری سی آگے ہوئی۔ ''تم کچھ جانتے ہو آریانہ کے حادثے کے بارے میں؟ اگر جانتے ہو تو پلیز مجھے بتاؤ۔''

''کاکا میں صرف یہ جانتا ہوں کہ صوفیہ رحمٰن نے آریانہ کے ساتھ یہ سب کروایا تھا۔'' وہ سنجیدگی سے کہنے لگا۔ ''اور میرے واپس آبنگ سے آ ملنے کی ایک وجہ آریانہ بھی ہے۔ آپ آریانہ کی وجہ سے سیاسی زندگی سے کنارہ کش ہو چکی ہیں نا۔ تو پھر ٹھیک ہے.... اب آپ ''آریانہ'' کی وجہ سے ہی واپس آئیں گی۔''

عصرہ کا گیلا چہرہ وہیں ساکت ہو گیا۔ آنکھوں میں بے پناہ الجھن ابھری۔

''تم مجھ سے کیا چاہتے ہو؟'' اشعر اٹھا اور اس کے ساتھ صوفے پہ آ کے بیٹھا۔

''آپ کیا چاہتی ہیں؟ آریانہ کا بدلہ لینا ہے آپ کو یا نہیں؟'' اس کی آنکھوں میں جھانک کے بولا۔ عصرہ کا سر اثبات میں ہلا۔

''تو پھر ہفتے کی رات ہم ایک ڈنر میں شریک ہو رہے ہیں جہاں صوفیہ رحمٰن بھی ہو گی۔ اب وہ وقت آ گیا ہے جب صوفیہ اپنے اعمال کا حساب دے۔ اگر آبنگ اس بات پہ راضی ہوتے ہیں تو میرا چیک کیش ہو جائے گا' ورنہ میں ان کے کیمپ میں نہیں جاؤں گا۔'' وہ قطعی لہجے میں بہن کو سمجھا رہا تھا۔ گہری نظریں عصرہ کے چہرے کے اتار چڑھاؤ پہ جمی تھیں۔ عصرہ کی آنکھوں میں ابھی تک الجھن تھی۔

''ہم نے آریانہ کا معاملہ اللہ پہ چھوڑ دیا تھا۔ اتنے سال بعد ہم کیسے صوفیہ رحمٰن سے باز پرس کریں گے؟''

''میں سمجھاتا ہوں۔'' اشعر کی آنکھیں چمکیں اور وہ تیز تیز بولنے لگا۔

باہر گھاس پہ ستاتے ہرن خالی بے تاثر آنکھوں سے قلعے کی روشن کھڑکیوں کو دیکھے جا رہے تھے۔

☆......☆......☆

رات گہری ہوتی جا رہی تھی۔ بہت سے آفسز میں کام ابھی تک جاری تھا۔ ایسی ہی ایک اونچی عمارت پہ بنے ایک فلور میں بہتر سی سفید بتیاں روشن تھیں البتہ کچھ آفس رومز اندھیرے میں ڈوب چکے تھے۔ بہت سے ورکرز اپنے کمرے لاک کر کے اٹھ چکے تھے اور کچھ ابھی تک کام کر رہے تھے۔

شیشے کے دروازے کے پیچھے ایک کمرہ روشن دکھائی دے رہا تھا۔ ایڈم نے دروازے پہ دستک دی تو اندر فائلوں میں الجھے شخص

نے سر اٹھایا۔ پھر ایڈم کو دیکھ کے مسکرایا۔ آستین چڑھائے' ٹائی ڈھیلے کیے وہ سارے دن کا تھکا ہارا لگتا تھا۔ مگر خوشدلی سے بولا۔

''آؤ ایڈم۔ اندر آجاؤ۔'' وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

ایڈم سادہ پینٹ شرٹ میں ملبوس ازلی معصومیت چہرے پہ سجائے اندر داخل ہوا۔ شرما کے مسکراتے ہوئے ہاتھ ملایا۔

''تمہارا کام بہت مشکل تھا ایڈم۔ مگر فوج کے دنوں کا ساتھ ہے اس لئے میں نے کر دیا ہے۔''

نوجوان نے جھک کے دراز کھولا اور ایک فائل نکال کے اس کے سامنے رکھی۔ ایڈم جلدی سے کرسی کھینچ کے بیٹھا اور فائل کھولی۔

پہلے صفحے پہ فہمی بن سلام نامی اس آدمی کی تصویر لگی تھی جو ہوٹل کے اس کمرے میں رہائش پذیر تھا۔

''تو پھر کون نکلا یہ آدمی؟ کوئی کرمنل؟ کوئی مافیا کا بندہ؟ یا جاسوس؟'' ایڈم نے دھڑکتے دل سے پوچھا۔

اس کا سرکاری ایجنسی کا آفیسر دوست ہاتھ باہم پھنسائے آگے ہوا اور سنجیدگی سے بولا۔ ''ایڈم.... یہ کوئی مجرم یا برا آدمی نہیں ہے۔ یہ بالکل کلین ہے۔ ایک نوکری پیشہ' اچھی شہرت والا وکیل ہے جو ہانگ کانگ میں ایک لاء فرم کے ساتھ کام کرتا ہے۔ اس کے ماں باپ ملاکہ میں رہتے ہیں ان سے ملنے آتا ہے۔ بیوی بچے ہانگ کانگ میں ہی ہوتے ہیں۔''

ایڈم نے بے چینی سے صفحے پلٹائے۔ فائل میں لکھی تفصیلات اس شخص کی نیک نامی کی گواہی دے رہی تھیں۔

''یہ تو اتنا کلین ہے کہ ایک پارکنگ ٹکٹ تک نہیں ہے اس کے ریکارڈ پہ۔ تم اس کی تفتیش کیوں کر رہے ہو۔''

''کچھ تو ہے اس کے بارے میں۔ کچھ تو ہونا چاہیے۔'' وہ بے چینی سے صفحے پلٹانے لگا۔ اضطراب' مایوسی' اداسی' ہر طرف سے منفی جذبات نے اس پہ حملہ کر دیا تھا۔

''کچھ ہوتا تو ہمیں مل جاتا یار۔ بے چارہ سادہ آدمی ہے۔ وکیل ہے۔ محنت مزدوری کرتا ہے۔ اپنے ماں باپ کے لئے وہاں سے قیمتی تحفے لاتا ہے۔ ائیرپورٹ پہ سامان میں زیادہ تر تحفے ہی تھے۔ کوئی اسمگل شدہ چیز بھی نہیں تھی۔ اور اب تو یہ چند دن بعد چلا بھی جائے گا۔''

ایڈم ایک دم چہرہ اٹھا کے اسے دیکھنے لگا۔ ''ہاں۔ وہاں اس کے کمرے میں تحفے بھی پڑے تھے۔''

''تم اس کے کمرے تک چلے گئے۔''

''ایک منٹ ایک منٹ۔'' وہ چونک گیا۔ ''وہ اتنے دن سے یہاں ہے۔ اس نے اب تک ماں باپ کو تحفے کیوں نہیں دیے؟ اور وہ ہوٹل میں کیوں رہتا ہے ان کے پاس کیوں نہیں ٹھہرتا؟''

''ہاں میں نے پتہ کروایا تھا۔ وہ تحفے لے کر ان کے گھر تک دو تین دفعہ گیا تھا مگر وہ شاید وہاں نہیں تھے' تبھی دروازہ نہیں کھولا۔''

''تو کیا اس کا ماں باپ سے فون پہ کانٹیکٹ تک نہیں ہے؟ کم آن باہر سے آنے والا بیٹا کال کیے بغیر کب گھر آتا ہے؟''

''کہہ رہا ہوں نا' معلوم کیا تھا میں نے۔ محلے والوں کا کہنا ہے کہ اس کی ماں باپ سے کوئی ناراضگی چل رہی ہے۔''

ایڈم ایک دم جوش سے سیدھا ہوا۔ چہرہ چمک اٹھا۔''اور وہ اس کے لئے دروازہ نہیں کھولتے۔''

''ایڈم گھروں میں سوسو طرح کے مسئلے ہو جاتے ہیں۔ اس سے وہ کرمنل نہیں بلکہ ایک اداس غمزدہ بیٹا ثابت ہوتا ہے جو ماں باپ کو منانے کے لئے یہاں آیا بیٹھا ہے۔''

''چلو.....کچھ تو ثابت ہوتا ہے نا۔'' ایڈم خوشی خوشی فائل سمیٹنے لگا۔''میں آج ہی کے ایل واپس آیا تھا۔ پرسوں دوبارہ ملاکہ جاؤں گا۔ مجھے اس کے ماں باپ سے ملنا ہے۔ اور پلیز منع مت کرنا۔ زندگی میں پہلی دفعہ ایڈم بن محمد نے اپنے دل کے یقین پہ بھروسہ کر کے ایک راستے کا پیچھا کیا ہے۔ اگر میں کچھ اور نہ ڈھونڈ سکا تو کم از کم خود کو دریافت کرلوں گا۔'' وہ جوش اور اداسی سے کہتا فائل میں صفحے لگا رہا تھا۔ اس کا دوست تکان سے مسکرا کے اسے دیکھے گیا۔ اگر ایڈم کی خوشی اسی میں تھی' تو ٹھیک ہے۔ اسے کوئی اعتراض نہ تھا۔

☆......☆......☆

جمعے کی صبح کے ایل پہ طلوع ہوئی تو بہت سے دلوں پہ جمی برف پگھلا کے لے گئی۔ وان فاتح اپنے کمرے کی سنگھار میز کے آئینے کے سامنے کھڑا ٹائی باندھ رہا تھا جب ادھ کھلے دروازے پہ چاپ سنائی دی۔ اس نے گرہ لگاتے عکس میں اپنے پیچھے آتی عصرہ کو دیکھا' پھر نظرانداز کر کے ٹائی کے بل دیتا رہا۔

عصرہ نے شب خوابی کا لباس پہن رکھا تھا اور آنکھیں رتجگے کے باعث گلابی تھیں۔

وہ چپ چاپ اس کے کندھے کے پیچھے آ کھڑی ہوئی۔ فاتح نے ٹائی کسی اور کف لنک اٹھانے کے لئے جھکتے ہوئے بولا۔''میں اس بارے میں بات نہیں کرنا چاہتا۔'' وہ فائل والی بات کی طرف اشارہ کر رہا تھا۔

''فاتح میں تمہاری کیمپئین میں تمہارا ساتھ دوں گی۔'' وہ آئینے میں فاتح کا چہرہ دیکھ کے بولی تو وہ وہیں ٹھہر گیا۔ پھر کف لنک بھول کے سیدھا ہوا اور حیرت سے اس کی طرف گھوما۔

''ساتھ دو گی مطلب؟''

''میں تمہارے ساتھ.....کیمپئین چلاؤں گی۔'' وہ سنجیدگی سے گردن کڑا کے کہہ رہی تھی۔

''جہاں کہو گے چلوں گی۔ ریلی میں' دعوتوں پہ' فنڈ ریزنگ پہ۔ ہر جگہ سیاسی بیوی کا رول پلے کروں گی۔ بچے اور میں امریکہ نہیں جائیں گے۔ ہم تمہارے ساتھ کھڑے ہوں گے۔ اشعر بھی تمہارے ساتھ ہوگا۔ میں رات اس سے ملی اور میں نے اسے راضی کر لیا ہے۔ اس نے فنڈز کے لئے چیک بھی کاٹ دیا ہے۔ وہ کیمپئین کو فنڈ کرے گا۔'' پھر چپ ہوئی۔ دونوں سنگھار میز کے ساتھ آمنے سامنے کھڑے تھے۔

''مجھے کیوں لگ رہا ہے کہ تم کسی لیکن کی طرف جا رہی ہو۔'' اسے دیکھتے ہوئے کف لنک اٹھایا۔

''لیکن ....'' وہ زور دے کر بولی۔نظریں فاتح کی آنکھوں پہ جمی تھیں۔''تم ہمارے درمیان سے آریانہ کی پھانس نکالو گے۔''

فاتح کے ابرو تعجب سے اکٹھے ہوئے۔کف کا بٹن بند کرتے ہوئے وہ بولا۔''یعنی؟''

''میری صرف ایک شرط ہے اور اگر تم اس کو مان لو تو میں تمہارے ساتھ ہوں۔پلیز فاتح میری پوری بات سن لو۔''

''مجھے منظور ہے۔جو بھی ہے۔''اس نے کف لنک رکھے اور نرمی سے اس کے کندھوں پہ ہاتھ رکھتے ہوئے بولا۔''عصرہ مجھے کوئی بات اس سے زیادہ خوشی نہیں دے سکتی کہ تم میری جدوجہد میں میرے ساتھ کھڑی ہو۔''

''مگر پہلے میری بات تو سن لو۔'' وہ ملتجی انداز میں بولی اور پھر اشعر کے الفاظ دہرا دیے۔وہ تحمل سے سنتا رہا۔

''اس کی ضرورت نہیں ہے ویسے۔اتنے سال بعد اس سب کو....'' مگر عصرہ کے تاثرات دیکھ کے گہری سانس لی۔''اوکے۔میں ایسا ہی کروں گا۔ڈن۔''اس نے ہتھیار ڈال دیے۔

عصرہ کی آنکھیں بھیگ گئیں۔وہ مسکرا دی۔

''ٹھیک ہے۔پھر میں اور ایش تمہارے ساتھ ہیں۔''

وان فاتح کے کندھوں سے بوجھ سا اتر گیا۔سارے مسئلے جیسے حل ہوتے جا رہے تھے۔

آج تالیہ گھر نہیں آئی تھی۔وہ آفس آیا تو وہ اسے دروازے پہ ملی۔اسے دیکھ کے لمحے بھر کے لئے تو وہ چونک گیا پھر سر سے پیر تک اس کا جائزہ لیا۔

وہ سیاہ اسکرٹ کے اوپر سفید منی کوٹ میں ملبوس تھی۔بالوں کا باوقار جوڑا بنائے' گردن میں موتیوں کی لڑی پہنے' اسٹول سر پہ جمائے اور سامنے مفلر کی طرح بکل مارے' وہ اونچے عہدے پہ فائز ملے کاروباری یا سیاسی عورتوں کی طرح لگ رہی تھی۔

''سیر ئیسلی!''اس نے ابرو اچکا کے پوچھا تو وہ مسکرا دی اور اس کے پیچھے آفس میں چلی آئی۔وہ اپنی کرسی پہ بیٹھا تو تالیہ نے میز پہ چیک اس کے سامنے رکھا۔فاتح چیک اٹھا کے مسکرایا۔

''ہاں مجھے عصرہ نے بتایا ہے کہ اس نے اشعر کو فنڈنگ کے لئے راضی کر لیا ہے۔''

وہ جو بہت جوش سے کہنے لگی تھی' اس بات پہ مسکراہٹ پھیکی ہوئی۔گم صم سی ہو کے فاتح کو دیکھنے لگی۔

''اشعر نے اپنے لئے اچھا فیصلہ کیا۔اس کے پاس اور کوئی چوائس نہیں تھی۔یہ چیک فنانس میں دے دو۔'' وہ بے نیاز اور مطمئن سا آدمی کندھے اچکا کے کہہ رہا تھا اور تالیہ کا چہرہ بجھ سا گیا تھا۔خاموشی سے چیک اٹھایا تو وہ بولا۔

''یہ چیک کب بھیجا اس نے؟''

''کل شام میں' سر۔'' وہ بے دلی سے کہہ کے مڑنے لگی۔

''تو تم مجھے نہیں بتاؤ گی کہ اسے عصرہ نے نہیں تم نے کنوینس کیا تھا؟''

تالیہ بے یقینی سے واپس مڑی۔ وہ مسکرا کے ٹیک لگائے اسے دیکھ رہا تھا۔ اسے سمجھ نہیں آیا کہ وہ کیا کرے۔

''آپ کو.....کیسے پتہ؟''

''کیونکہ یہ چیک دو دن پہلے کاٹا گیا ہے۔ اور تمہیں یہ شام کو ملا ہے جبکہ عصرہ اور اشعر رات میں ملے تھے۔ اور میں ان دونوں کو اچھے سے جانتا ہوں۔ اشعر' عصرہ کو کنوینس کر سکتا ہے' وہ اشعر کو نہیں۔ اور پھر تم نے کہا تھا کہ تم میرا فنڈنگ کا مسئلہ حل کرو گی تو مجھے تمہاری شکل دیکھتے ہی معلوم ہو گیا تھا کہ تم یہاں مجھے اپنی ڈیل یاد کروانے آئی ہو۔ سو بولو....کیا چاہیے تمہیں؟''

وہ قلم کو انگلیوں میں گھماتا کہہ رہا تھا اور اس کے لب خود بخود مسکراہٹ میں ڈھل گئے۔

''بول دوں' سر؟''

فاتح نے اثبات میں گردن ہلائی۔ ''Make a Wish''

وہ الفاظ نشتر کی طرح دل میں پیوست ہوئے۔ بہت سے آنسو بھی گلے میں جمع ہوئے مگر وہ مسکرا دی وہ واپس اس کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔

''میں آج سے آپ کی باڈی وومن کے ساتھ ساتھ آپ کی پولیٹیکل سیکرٹری اور کیمپئین مینیجر بھی ہوں گی۔''

''یعنی میری چیف آف اسٹاف؟''

''بالکل سر۔ میں آپ کے لئے کام کرنے والے تمام عملے کی چیف ہوں گی۔ میرا خیال ہے میں نے یہ پوزیشن earn کی ہے۔''

گردن کڑا کے بولی تو وہ مسکرا دیا۔ سوٹ پہنے' بالوں کو جیل سے دائیں طرف جمائے' وہ نکھرا اور تازہ دم لگ رہا تھا۔

''شیور۔ اپنا اپائنٹمنٹ لیٹر بنالاؤ' میں دستخط کر دوں گا۔'' وہ راضی تھا۔ مطمئن تھا۔ نرم پڑ چکا تھا۔

''اور سر....اشعر صاحب ایک پارٹی پہ آپ کو لے جانا چاہتے ہیں جہاں....''

''جہاں صوفیہ رحمٰن ہو گی اور مجھے وہاں اشعر اور عصرہ کی تشفی کے لئے کچھ کرنا ہو گا۔'' وہ سر جھٹکتے ہوئے فائلز کی طرف متوجہ ہوا تو وہ چونکی۔ ''کیا کرنا ہو گا؟''

''اٹس اے فیملی تھنگ' تاشہ۔'' شائستگی سے اسے اس کے مقام کا احساس دلایا اور فائل کھول لی۔ وہ ذرا پھیکی پڑی۔ ظاہر ہے وہ اس کی فیملی کا حصہ نہ تھی۔ بس چپ چاپ مڑ گئی۔

قریباً ایک گھنٹے بعد وہ پوری تمکنت سے عثمان کی کرسی پہ بیٹھی اپنے سامنے رکھی فائلز کا موازنہ کر رہی تھی۔ یہ اسٹاف کا اعمال نامہ تھا جو اس نے ان سارے دنوں میں جمع کیا تھا۔

(طاقت تب مضبوط ہوتی ہے جب اس کا اظہار کیا جائے۔) مراد راجہ کے الفاظ اس کی سماعتوں میں آج بھی گونجتے تھے۔

پھر وہ ایک کاغذ لے کر اٹھی اور باہر ہال میں آئی۔

ہال میں قطاروں کی صورت آفس کیبن بنے تھے..

کی بورڈز کے کھٹ کنے کی آوازیں....فون کی گھنٹیوں کا شور...

ہر طرف لوگ فائلوں اور لیپ ٹاپس میں سر دیے بیٹھے تھے۔

تالیہ ہال کے سرے پہ کھڑی تھی...اس نے چہرے پہ غصہ طاری کر رکھا تھا۔

اور سیدھ میں دیکھ رہی ہے... ہال کے آخری سرے کی طرف جہاں کیبن ختم ہوتے تھے۔

آخری کیبن میں ایک لڑکی سر جھکائے کام کرتی نظر آ رہی تھی۔

اس لڑکی کو نگاہوں میں رکھے تالیہ قدم قدم چلنے لگی۔

فائلیں اٹھائے آگے پیچھے جاتے لوگ ہٹ ہٹ کے اس کو راستہ دینے لگے۔

وہ ماتھے پہ بل ڈالے تیز تیز چلتی' اس لڑکی کے سر پہ آ رکی۔

کیبن کی دیوار چھوٹی تھی۔ اندر بیٹھی لڑکی چونک کے اسے دیکھنے لگی۔

''میں آپ کو نوکری سے فارغ کرتی ہوں۔ ایک باکس میں اپنا سامان ڈالیں اور رخصت ہو جائیں۔ اور یہ...یہ آپ کا ٹرمینیشن لیٹر ہے!''

اس نے ایک لفافہ لڑکی کی طرف اچھالا۔

وہ لڑکی ہکا بکا سی اٹھ گئی۔ اردگرد کے لوگ بھی گردنیں نکال نکال کے دیکھنے لگے۔

''مگر....چے تالیہ....میرا قصور کیا ہے۔''

''آپ چھٹیاں بہت کرتی ہیں۔ آپ کو دو دفعہ زبانی اور دو دفعہ تحریری نوٹس جا چکا ہے جبکہ آفس کے قوانین کے مطابق دو زبانی اور ایک تحریری نوٹس کے بعد ٹرمینیشن لازم ہو جاتی ہے۔ آپ کو عثان نے زیادہ مواقع دیے ہیں مگر میں عثان نہیں ہوں۔'' بلند آواز میں وہ تمکنت سے کہہ رہی تھی۔ سب دم سادھے سن رہے تھے۔

''میں وان فاتح کی چیف آف اسٹاف تالیہ بنتِ مراد ہوں۔ میرے الفاظ یہاں حرفِ آخر ہوں گے۔ میری وارننگ حتمی ہوگی۔ جو کام نہیں کرے گا وہ یہاں نہیں رہے گا۔ اور جو فاتح صاحب کے ساتھ مخلص ہو کے کام کرے گا' صرف وہی یہاں رہے گا۔ آپ فنانس سے اپنے dues لے لیں اور شام تک یہ سیٹ خالی کر دیں۔ میں آپ کی پورے مہینے کی تنخواہ ایشو کروا رہی ہوں۔''

اس لڑکی نے سرخ پڑتے چہرے کے ساتھ پھٹی پھٹی نظروں سے تالیہ کو دیکھا۔

''یو کانٹ فائر می!''

''Ooops I Just did.'' وہ سنجیدگی سے کہہ کے پلٹ گئی۔

کیبن کے درمیانی راستے سے گزرتی وہ سیدھ میں آگے بڑھتی گئی اور سب اس کو خاموشی سے جاتے دیکھتے رہے۔ یہ چال' یہ اٹھی گردن' یہ تحکمیہ لہجہ.....جو پیغام وہ دینا چاہتی تھی' وہ سب تک بخوبی پہنچ چکا تھا۔

تالیہ مراد اب ان کی باس تھی اور اس کی بات نہ ماننے کا انجام یہاں سے بے دخل ہو جانا تھا۔

اشعر تھوڑی دیر کے لئے اپنے آفس میں آیا تھا جب اس نے رملی سے سارا واقعہ سنا۔ لبوں پہ طنزیہ مسکراہٹ بکھر گئی۔ مگر بولا کچھ نہیں۔ چپ چاپ باہر چلا گیا۔

نیچے عمارت کے سامنے کھڑی اپنی کار میں بیٹھتے ہوئے اس نے عثمان کو کال ملائی۔

''میں نے تمہیں منع کیا تھا کہ تم وان فاتح کے کسی دشمن سے جا کے نہیں ملو گے' لیکن اب میں تمہیں حکم دے رہا ہوں کہ تم وان فاتح کی سب سے بڑی دشمن کے پاس جاؤ گے۔ میٹنگ میں ارینج کروادوں گا۔ تم نے بس صوفیہ رحمٰن سے وہ کہنا ہے جو میں تمہیں بتانے جا رہا ہوں۔''

وہ اندر بیٹھ گیا تو رملی نے دروازہ بند کر دیا۔ چمکتی سیاہ کار کے سیاہ شیشے اندر کا منظر ڈھانپ گئے اور ان کے اوپر اونچی عمارت اور آسمان کا عکس نظر آنے لگا۔

☆......☆......☆

کے ایل پہ وہ رات سیاہ گہری ہوتی چلی گئی تو بادل یکا یک بوجھل ہو کے برسنے لگے۔ تالیہ کے گھر پہنچنے تک بارش تیز ہو چکی تھی۔ وہ پورچ میں کار روک کے باہر نکلی تو برآمدے کے زینوں پہ ایڈم کو بیٹھے دیکھا۔ وہ ہاتھوں پہ چہرہ گرائے جانے کب سے منتظر سا بیٹھا تھا۔ اسے دیکھ کے وہ مسکرا دی اور دروازہ بند کر کے اس کی طرف آئی۔

''تم ملاکہ سے کب آئے؟''

''جب سارا دن اس آدمی کی فوٹیجز دیکھ دیکھ کے تھک گیا تو آ گیا۔'' وہ کھڑا ہو گیا۔ تالیہ چابی سے دروازہ کھولنے لگی۔ ایڈم ساتھ ہی اسے اپنے دوست سے ملی معلومات سے آگاہ کیے جا رہا تھا۔ وہ مسکراہٹ دبائے سنتی گئی۔

''تم خواہ مخواہ اس بے چارے کے پیچھے پڑے ہو۔''

تھوڑی دیر بعد وہ لاؤنج کے صوفے پہ بیٹھا تھا اور تالیہ کچن میں کھڑی کافی کا پانی رکھ رہی تھی۔ اس کی بات پہ وہ جل سا گیا۔

''کم از کم آپ تو ظالم سماج جیسی باتیں نہ کریں۔''

''میں تو ہمیشہ سے ہی ظالم شہزادی مشہور تھی۔'' شہزادی نے کندھے اچکائے۔ اب وہ رمبوتان (پھل) ٹوکری میں نکال رہی تھی۔

''نوکری کیسی جا رہی ہے؟ کتنوں کے داہنے ہاتھ کٹوا دیے؟''

''آج پہلی ٹرمینیشن کی ہے۔ دل کو سکون سا مل گیا۔''

''یا اللہ۔ کس غریب کی نوکری چھینی ہے آپ نے؟''

''وہ یہ ڈیز روک رہی تھی اور ویسے بھی کسی نہ کسی کو تو فائر کرنا تھا۔ سب کو پیغام بھی تو دینا ہوتا ہے نا کہ نیا باس آ چکا ہے۔'' وہ وہیں کھڑی سادگی سے بتاتی پھل پلیٹ میں سجا رہی تھی۔

''آؤچ۔ سیاست بڑی گندی چیز ہے پھر تو۔''

''تمہاری سوچ سے بھی زیادہ گندی۔'' اس نے ٹرے میں پلیٹیں سجائیں اور اسے لئے سامنے لاؤنج میں آئی۔ ٹرے میز پہ رکھی تو ایڈم نے فوراً ہاتھ بڑھایا مگر تالیہ نے پلیٹ اٹھا لی اور صوفے پہ بیٹھتے ہوئے اسے گود میں رکھ لیا۔

''میں سارے دن کی تھکی ہاری آئی ہوں۔ یہ میرے ہیں۔ فریج میں مزید پھل پڑے ہیں۔ اپنے لئے خود لے کر آؤ۔'' اور ابرو اچکا کے ایک ادا سے کھانے لگی۔ ایڈم نے بھنویں بھینچ کے خفگی سے اسے دیکھا۔

''قدر کیا کریں میری۔ میں نہ ہوتا تو آج ملائیشاء کے اسکولز میں آپ کے جھوٹے سچے کارناموں کی کتاب نہ پڑھائی جاتی۔''

تالیہ نے بس ناک سکوڑا اور پھل کھاتی رہی۔ پھر ایڈم سنجیدہ ہوا۔ ''آپ نے جلدی میں بتایا ہی نہیں اس دن کہ ذوالکفلی نے کیا کہا؟''

تالیہ نے بس یہی بتایا تھا کہ وہ آدمی ذوالکفلی دراصل تھا اور اس نے اسے تین سوال دیے تھے۔ تفصیل نہیں بتا سکی تھی۔ وہ دونوں اس روز کے بعد آج مل رہے تھے۔

''وقت کے تین سوال ہیں جن کا جواب اگر وان فاتح معلوم کر کے سمجھ جائیں تو ان کی یادداشت واپس آ سکتی ہے مگر وہ بہت عجیب سوال ہیں۔''

''تو پھر ہم اسکالرز کے پاس جائیں گے' لائبریریز کھنگالیں گے' کچھ بھی کریں گے مگر جواب ڈھونڈیں گے۔ آپ مجھے وہ سوال لکھوائیں۔'' وہ بہت امید سے کہتا جلدی سے قلم کاغذ سنبھال کے بیٹھ گیا۔ سامنے صوفے پہ پیر اوپر کر کے بیٹھی تالیہ نے تینوں سوال دہرا دیے۔ ایڈم نے انہیں نہیں لکھا۔ بس ٹکر ٹکر تالیہ کو دیکھنے لگ گیا۔ اسے ایڈم کے ساتھ ہمدردی ہوئی۔

''کہا تھا نا' بہت عجیب سوال ہیں۔ کہاں سے ڈھونڈیں گے جواب۔''

''سیریئسلی بچے تالیہ.... آپ کتابیں نہیں پڑھتیں کیا؟'' اس نے قلم بند کر کے پرے ڈال دیا تو وہ یکدم سیدھی ہوئی۔ آنکھوں میں بے یقینی اتری۔

''تمہیں ان کے جواب آتے ہیں؟''

''کس کو نہیں آتے؟ یہ تو ٹالسٹائی کی کہانی سے اخذ شدہ ہیں۔''

''تو مجھے بتاؤ نا۔ کیا جواب ہے ان کا۔''

''پہلے!'' اس نے مسکرا کے پھل سے بھری پلیٹ کی طرف اشارہ کیا۔ تالیہ نے منہ بنا کے پلیٹ میز پہ رکھی اور انگلی سے پرے دھکیلی۔ ''اب بولنا شروع کرو ایڈم۔''

ایڈم بن محمد نے ایک رمبوتان اٹھایا' مزے سے دانتن گاڑھے' تھوڑی دیر چبایا اور گویا ہوا۔ ''ایک بادشاہ یہ تین سوال ہر ایک سے پوچھتا تھا کہ کسی کام کا سب سے اہم وقت کون سا ہوتا ہے؟ انسان کی زندگی کا سب سے اہم کام کون سا ہوتا ہے؟ اور انسان کی زندگی میں سب سے اہم شخص کون ہوتا ہے۔''

وہ پھر سے پھل کھانے کے لئے رکا تو وہ بے چینی سے بولی۔ ''ایڈم لمبا قصہ نہ سناؤ' بس جواب بتاؤ۔''

''صبر' شہزادی صاحبہ۔ صبر۔'' اس نے مزے سے پھل چباتے ہوئے کہا۔ پلیٹ اب اپنے گھٹنوں پہ رکھ لی تھی۔ ''آپ کو پوری کہانی سننی پڑے گی۔ اگر آپ کتابیں پڑھتی ہوتیں تو یہ دن ہمیں نہ دیکھنا پڑتا مگر خیر.... ایک بادشاہ یہ سوال سب سے پوچھا کرتا تھا مگر کوئی اسے تسلی بخش جواب نہ دے پاتا۔ پھر کسی نے اسے ایک درویش کا بتایا جو علم و دانائی سے مالا مال تھا۔ بادشاہ بھیس بدل کے اس کے پاس گیا' ویسے اس زمانے میں بادشاہ کتنے مزے سے بھیس بدل لیتے تھے۔ آج کل تو....''

''آگے ایڈم' آگے۔'' اس نے دانت پیسے۔

''اچھا.... اچھا....'' ایڈم نے لاشعوری طور پہ دایاں ہاتھ ذرا پیچھے کرلیا اور قصہ سنانے لگا۔

''بادشاہ درویش کے پاس گیا تو دیکھا وہ اپنی جھونپڑی کے سامنے گڑھے کھود رہا ہے۔ ساتھ پودے بھی رکھے ہیں۔ بادشاہ نے اس سے وہ سوال پوچھے تو وہ چپ رہا۔ بادشاہ بھی اس کے ساتھ کام کروانے لگا۔ دونوں نے پودے لگا لیے تو جھاڑیوں سے کراہنے کی آواز آئی۔ دیکھا تو ایک آدمی زخمی ہوا پڑا ہے۔ بادشاہ فوراً اس کو اٹھا لایا اور قریب چھپے اپنے سپاہیوں کو بلا لیا۔ وہ فوراً آئے اور زخمی کی مرہم پٹی کی۔''

اس نے رک کے ایک پھانک منہ میں رکھی اور تالیہ نے بہت تحمل سے اسے کھاتے دیکھا۔

''زخمی نے بتایا کہ اس کے بھائی کو بادشاہ نے پھانسی دلوائی تھی اور وہ بادشاہ کو بھیس بدل کے جاتے دیکھ کے اسے قتل کرنے کی نیت سے آیا تھا مگر راستے سپاہیوں نے اس پہ حملہ کر دیا' اور اب بادشاہ کی رحم دلی دیکھ کے وہ سخت شرمسار ہے۔ بادشاہ کو اس پہ ترس آ گیا اور اسے نہ صرف معاف کر دیا بلکہ شاہی طبیب کے ساتھ روانہ کر دیا۔ پھر درویش سے سوالوں کے جواب پوچھے تو درویش بولا کہ وہ تو آپ کو پہلے ہی مل چکے ہیں۔ بادشاہ بہت حیران ہوا اور بولا کہ میں نہیں سمجھا۔ تب درویش نے بتایا کہ اگر تم میری کمزوری پہ ترس کھا کے میری مدد

کرنے نہ رک جاتے تو وہ آدمی جو تمہاری گھات میں بیٹھا تھا' تمہیں گھائل کر دیتا اور تم میرے ساتھ نہ ٹھہرنے پہ پچھتاتے۔ *

''اس وقت تمہارا سب سے اہم کام میری مدد کرنا تھا۔ اس کام کا سب سے اہم وقت ''اسی وقت'' تھا اور میں تمہارے لئے سب سے اہم شخص تھا۔ پھر جب وہ زخمی آیا تو اس کے زخم صاف کرنا اسی وقت ضروری تھا۔ اور وہ تمہارے لئے سب سے اہم کام اور سب سے اہم شخص بن گیا۔ اس لئے اے بادشاہ یاد رکھو کہ کوئی بھی کام کرنے کا سب سے اہم وقت ''اب'' ہوتا ہے۔ Now۔ ابھی اسی وقت۔ کیونکہ ہمارے پاس اپنے ''حال'' میں سب سے زیادہ طاقت ہوتی ہے۔ مستقبل کا کوئی بھروسہ نہیں۔

''اسی طرح سب سے اہم شخص وہ ہوتا ہے جو اس وقت تمہارے ساتھ ہے۔ چاہے وہ جو بھی ہو۔ زندگی کے اس حالیہ فیز میں جو ہمارے ساتھ ہے وہی سب سے اہم ہے ماضی میں بچھڑے لوگوں کا غم اور مستقبل میں ملنے والے لوگوں کی تمنا غیر اہم ہے۔

''اور سب سے اہم کام اس موجودہ اہم شخص کے ساتھ بھلائی کرنا ہے۔ کیونکہ انسان کو دنیا میں اسی لئے بھیجا گیا ہے کہ جو اس کے ساتھ ہے' اس سے وہ بھلائی کرے۔''

وہ یک ٹک سن رہی تھی اور ایڈم بولے جا رہا تھا۔ وہ بالکل چپ تھی۔

''تو چے تالیہ.... بات بس اتنی سی ہے کہ وقت کے ان تینوں سوالوں کا جواب ''حال'' میں پوشیدہ ہے۔ انسان کو ہر کام کل پہ ٹالنے کی بجائے بروقت شروع کرنا چاہیے۔ اور اصل وقت ''اب'' ہوتا ہے۔ مستقبل کے خیالی پلاؤ بنانا غلط ہے۔ خوابوں کے لئے آج سے محنت شروع کر دینی چاہیے۔ اور اہم شخص وہ ہے جو زندگی کے حالیہ فیز میں ہمارے ساتھ ہے۔ کوئی کولیگ' یا گھر والے' یا ہاسٹل کے ساتھی' یا میاں بیوی.... اس شخص کو ہر ایک سے زیادہ اہم رکھنا ہے ہم نے اور اس کے ساتھ بھلائی کرنا اور اس کا خیال کرنا' اس سے وفا نبھانا ہماری اولین ترجیح ہونی چاہیے۔ جس دن وان فاتح یہ سمجھ جائیں گے' وقت ان کو ان کی یادیں لوٹا دے گا۔''

مگر وہ بالکل کھوئی کھوئی سی دور خلاء میں دیکھ رہی تھی۔

''میں جب ائیر پورٹ پہ تھی.... سات سال پہلے.... تو میں نے ایک سوال کا جواب پا لیا تھا۔'' وہ کھوئے کھوئے سے انداز میں بولی۔

''مجھے میرے منہ بولے دادا کی خدمت کے باوجود ان کی جائیداد سے پھوٹی کوڑی بھی نہیں ملی تھی جس کی مجھے امید تھی۔ وہ میرا سنہرا مستقبل تھا۔ مجھے اپنے اصلی ماں باپ کے ملنے کی بھی امید تھی جو میرا ماضی تھے۔ مگر جب میری شادی ہوئی ایڈم تو میں نے ائیر پورٹ پہ آ کے ملائیشیاء میں قدم رکھتے ہوئے ایک بات طے کر لی تھی۔ کہ میں ماضی اور مستقبل کے غم اور خوف بھلا کے صرف اس شخص کو اہم جانوں گی جو اس وقت میرے ساتھ موجود ہے۔ میرا شوہر سمیع۔''

''مگر بعد میں سمیع نے جو آپ کے ساتھ کیا' اس کے بعد آپ نے صرف مستقبل کا سوچنا کیا۔ لمبی پلاننگ' دولت کمانا' ہر شے مستقبل کے لئے تھی۔ حال پہ غور نہیں کیا۔ ہے نا۔''

تالیہ نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ پھر چونک کے اسے دیکھا۔

''مگر ہم.... کیسے وان فاتح کو ان تین سوالوں کے جوابات سمجھائیں' ایڈم؟'' وہ بے چین ہوئی۔

''یہ ان کی اپنی جدوجہد ہے' چے تالیہ۔ ہم چاہیں بھی تو کچھ نہیں کر سکتے۔

''Let it Happen naturally.''

اس کی بات نے فضا میں اداسیاں گھول دی تھیں۔ رمبوتان کی پلیٹ اب دونوں کے درمیان میز پہ دھری تھی اور وہ اس کے دونوں اطراف میں چپ چاپ بیٹھے اپنی اپنی سوچوں میں گم تھے۔

☆......☆......☆

رات گہری ہوتی جا رہی تھی۔ کے ایل کے آسمان پہ قدیم ملاکہ کے برعکس چند ایک تارے ہی ٹمٹماتے دکھائی دیتے تھے۔ دنیا والوں کے لئے ان تاروں کی روشنی اور راہنمائی کافی نہ تھی اس لئے انہوں نے اپنے برقی قمقمے بنا بنا کے عمارتوں پہ اور سڑکوں کے کنارے افشاں کی طرح چھڑک دیے تھے۔

ایسی ہی ایک خالی سڑک تھی جو شہر کے حفاظتی زون میں واقع تھی۔ اسٹریٹ پولز اس خوبصورت اور کھلی سڑک کو روشن کیے ہوئے تھے۔ وہاں قطار میں تین لمبی لمبی کارز کھڑی تھیں جن کے سیاہ شیشے سڑک کا عکس دکھا رہے تھے۔ ایسے میں ایک کار کا دروازہ کھلا اور باہر کھڑا عثمان کھنکھارتا ہوا اندر بیٹھا۔ سلائیڈنگ ڈور بند کر دیا گیا اور کار کے اندر کی مدھم بتی روشن ہوگئی۔

اندر سٹنگ روم کی طرح آمنے سامنے نشستیں لگی تھیں۔ عثمان کے مقابل نشست پہ صوفیہ رحمٰن بیٹھی تھی۔ نیلا اسکارف لپیٹے' اسکرٹ کے اوپر نیلا کوٹ پہنے جس کے اوپر ننھی فلیگ پن لگی تھی۔ وہ ٹانگ پہ ٹانگ جمائے گہری نظروں سے عثمان کو دیکھ رہی تھی۔ وہ چھوٹی چمکتی آنکھوں اور گوری رنگت والی خوبصورت عورت تھی اور اس کے انداز میں ایک ازلی تمکنت اور ایک بے حس سا سرد پن تھا جو اس کو کسی ملکہ جیسا بنا دیتا تھا۔ صوفیہ کے ساتھ سوٹ میں ملبوس ایک آدمی بیٹھا تھا جو غالباً اس کا چیف آف اسٹاف تھا۔

''ملاقات کے لئے شکریہ' عزت مآب!'' عثمان نے سینے پہ ہاتھ رکھ کے سر کو جھکایا۔

''جو بھی کہنا ہے پانچ منٹ سے زیادہ مت لینا۔ میری رائے وسل بلوورز کے بارے میں ویسے بھی بہت خراب ہے۔''

عثمان نے نظریں اٹھا کے اسے دیکھا۔ اور گہری سانس لی۔ ''میں یہاں وان فاتح کے خلاف زہر اگلنے نہیں آیا۔ میں ان کا وفادار ملازم رہا ہوں اور کسی بھی قیمت پہ میں ان سے غداری نہیں کروں گا۔''

''واؤ۔'' صوفیہ نے نزاکت سے اسکارف کے کنارے پہ انگلی پھیرتے ہوئے اسے یکھا۔ ''تو پھر تم نے مجھ سے ملنے پہ اصرار کیوں کیا؟''

''کیونکہ میں اپنے ملک کو بچانا چاہتا ہوں۔''

''کس سے؟'' اس نے ابرو بھینچے۔

عثمان نے کوٹ کی جیب سے ایک فائل نکالی اور اس کے سامنے کی۔صوفیہ نے ایک گہری نظر اس پہ ڈالتے ہوئے فائل گھٹنوں پہ رکھی اور کھولی۔سامنے تالیہ کی تصویر جگمگا رہی تھی۔

''ہوں۔یہ تو تمہارے ایکس باس کی نئی چیف آف اسٹاف ہے نا۔''

''عزت مآب وزیراعظم صاحبہ....یہ لڑکی فراڈ ہے۔اس فائل میں اس کے شوہر کا پتہ بھی لکھا ہے جو اس وقت جیل میں ہے۔یہ چند سال پہلے جب کے ایل آئی تھی تو ایک غریب لڑکی تھی۔اب اس نے دولت بنالی ہے اور یہ وان فاتح کے قریب ہوگئی ہے۔یوں' میں تو اپنے باس کو اس سے بچانا چاہتا ہوں۔آپ وزیراعظم ہیں' آپ کو چاہیے کہ اس لڑکی کے ماضی کو کھنگال لیں اور اگر یہ کسی بھی جرم میں ملوث ہے تو اس کو گرفتار کروائیں۔آپ کو وان فاتح کے خلاف ایک جیت ملے گی اور مجھے میری جاب واپس مل جائے گی اور وقت طور پہ فاتح صاحب کو دھکا لگے گا مگر وہ ایک بڑے خطرے سے محفوظ ہو جائیں گے۔

صوفیہ رحمٰن نے فائل بند کر کے بے پرواہی سے اپنے چیف آف اسٹاف کو تھما دی۔

''مجھے دلچسپی نہیں ہے۔تم جا سکتے ہو۔''

عثمان کو اشعر نے اس جواب کے لئے تیار رہنے کا کہا تھا۔وہ سلام کہتا خاموشی سے نیچے اتر آیا۔دروازہ بند ہوتے ہی صوفیہ نے گردن موڑ کے اپنے چیف آف اسٹاف کو دیکھا اور سوچتے ہوئے بولی۔

''اتنی تیزی سے ترقی کرنے والی خوبصورت لڑکیاں یا کرمنل ہوتی ہیں یا کال گرلز۔اگر وان فاتح کی چیف آف اسٹاف ان دونوں میں سے ایک نکلے تو یہ بہت بڑا اسکینڈل ہوگا' ہے نا۔''

اس کا ملازم مسکرایا اور سر کو خم دیا۔''یہ اسکینڈل اس کو تباہ کر دے گا۔جو شخص اپنے آفس میں ایماندار انسان کو نہیں تعینات کر سکا وہ ملک کیسے چلائے گا۔''

''گڈ۔تم یہ فائل کل صبح کے ایل کے سب سے ایماندار پراسیکیوٹر کو دے دو۔کل سے ہم....'' جھک کے فائل پہ نام دیکھا۔''تالیہ مراد کو انویسٹی گیٹ کرنا شروع کریں گے۔حکومتی ذرائع' ایجنسیز' سب کو استعمال کرو اور مجھے بتاؤ کہ یہ لڑکی کون ہے' کہاں سے آئی ہے اور اس کا مقصد کیا ہے۔''

''یس میم!''

''فرقان۔'' صوفیہ تھوڑی تلے انگلی رکھے' شیشے سے باہر دیکھتے ہوئے سوچتے ہوئے بولی۔''اس لڑکی پہ نظر بھی رکھو۔مجھے یہ بھی معلوم کر کے بتاؤ کہ اس کے اور وان فاتح کے درمیان کچھ اور تو نہیں چل رہا ہے؟''

''شیور میم۔'' وہ تعمیل کے لئے تیار تھا۔صوفیہ مسکراتی ہوئی باہر موجود خالی سڑک کو دیکھنے لگی۔اس کی آنکھوں کی چمک بڑھ گئی تھی۔

☆......☆......☆

ایڈم رمبوتان کی پوری پلیٹ ختم کر کے چلا گیا تو وہ غمگین سی وہیں صوفے پہ لیٹ گئی۔ سارے دن کی تھکاوٹ کے باوجود نیند آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ کچھ دیر گزری تو چابی سے دروازہ کھلنے کی آواز آئی۔ پھر بھاری قدموں کی چاپ سنائی دی۔

''تالیہ...تم یقین نہیں کرو گی مجھے تمہارے فاتح صاحب کا کون سا راز معلوم ہوا ہے۔''

داتن نے اندر آتے ہی خوف اور جوش سے بھرے انداز میں اسے پکارا۔ وہ صوفے پہ دائیں کروٹ لیٹی رہی۔ گال کشن پہ رکھے وہ یہاں سے داتن کو آتے دیکھ سکتی تھی۔

''آریانہ والا راز؟'' بس سادگی سے پکارا۔ داتن اثبات میں سر ہلاتی تیز تیز چلتی اس کے سر پہ آ کھڑی ہوئی۔

''یار تالیہ....میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ وہ اتنی بڑی بات دنیا سے چھپائے گا۔''

''مگر مجھ سے نہیں چھپائی تھی۔ مجھے سب بتا دیا تھا انہوں نے۔'' وہ لیٹے لیٹے اداسی سے بولی۔

''خیر...اگر تم نے معلوم کر لیا ہے تو صوفیہ رحمٰن بھی کر سکتی ہے۔ ہمیں کوئی کاؤنٹر اسٹریٹجی بنانی ہوگی۔'' محض نظریں اٹھا کے داتن کو دیکھتے وہ سوچتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ ''ویسے تم نے کیسے معلوم کیا؟ وہ کہتے ہیں کہ جب انہوں نے اسے دفن کیا تھا تو وہاں کوئی نہیں تھا۔''

اس کے سرہانے کھڑی داتن بے یقینی سے اسے دیکھنے لگی۔ ''دفن؟ کس کو؟'' پھر اس کی آنکھیں حیرت سے پھٹ پڑیں ''آریانہ مر چکی ہے؟ وہ تو صرف کھوئی تھی۔''

تالیہ کرنٹ کھا کے اٹھ بیٹھی۔ سنہری بال کندھوں پہ بکھر گئے۔ ''تم یہی معلوم کر کے آئی تھیں نا داتن؟ تم یہی بتانے لگی تھی نا مجھے؟'' اسے احساس ہو رہا تھا کہ کچھ غلط ہے۔

''نہیں تو۔ مجھے تو تم سے پتہ چل رہا ہے کہ وہ مر چکی ہے۔ یا اللہ....اسے وان فاتح نے خود دفن کیا ہے؟'' داتن نے کانوں کو چھوا۔ تالیہ ٹکر ٹکر اس کا چہرہ دیکھنے لگی۔

''تو پھر تم مجھے کیا بتانے آئی تھیں؟ آریانہ کا تو ایک یہی راز ہے۔ مجھے فاتح نے خود بتایا تھا۔''

داتن نے افسوس سے اسے دیکھا اور میز کے کنارے بیٹھی' پھر پرس نیچے رکھا اور تالیہ کے ہاتھ تھام لئے۔ اس کے سیاہ ہاتھوں میں تالیہ کے سفید ہاتھ ٹھنڈے پڑ رہے تھے۔

''تالیہ....میری بچی....کیا تم واقعی وان فاتح کو جانتی ہو؟''

''ہاں.....میں ان کو اچھے سے جانتی ہوں۔'' سنہرے بالوں کے ہالے میں اس کا چہرہ زرد پڑ رہا تھا۔ سانس روکے وہ داتن کو دیکھ رہی تھی۔ ''اور وہ آریانہ کے متعلق سب سے اہم بات مجھے بتا چکے ہیں۔ پیچھے کچھ باقی نہیں رہتا۔''

داتن نے اس کی آنکھوں میں جھانکتے اس کے ہاتھ دبائے۔ ''تمہارے نزدیک وان فاتح کی زندگی کا سب سے بڑا سچ کیا ہے

جس کو کوئی نہیں جھٹلا سکتا؟''

تالیہ کی آنکھوں کے کنارے بھیگے۔ ''یہ کہ ان کو اپنی بیٹی آریانہ سے زندگی میں سب سے زیادہ محبت تھی۔''

''اور اگر میں کہوں کہ یہ ایک جھوٹ ہے تو؟''

تالیہ نے تڑپ کے اپنے ہاتھ کھینچے۔ ''غلط۔ بالکل غلط۔ ان کو آریانہ سے ہی سب سے زیادہ محبت تھی۔''

''ہاں تالیہ یہ سچ ہے اس کو ''آریانہ سے سب سے زیادہ محبت تھی'' ''اپنی بیٹی'' آریانہ سے نہیں۔''

تالیہ مراد اپنی جگہ منجمد ہوگئی۔ برف کے مجسمے کی طرح ساکت اور جامد۔

''آریانہ فاتح کی بیٹی نہیں تھی۔ کیا اس نے تمہیں نہیں بتایا؟''



نمرہ احمد کا یہ خوبصورت ناول **حالم** ابھی جاری ہے۔ بقیہ واقعات اگلی قسط میں پڑھیے۔

چودھواں باب:

ملکہ ءبد

اس نے دیکھا اپنے ذہن کے پردے پہ....

ایک عجیب منظر جس میں وہ خود بھی تھا....

نیم تاریک کال کوٹھڑی میں ٹھنڈے فرش پہ بیٹھا....

اس کے جسم کے انگ انگ میں درد اٹھ رہا تھا....

کنپٹی سے بہتے خون کی نمی گردن پہ محسوس ہوتی تھی....

سامنے وہ دوزانو بیٹھی تھی....

سنہرے الجھے الجھے بالوں کی کس کے پونی بنائے....

ملگجے سا سیاہ کرتا پاجامہ پہنے....

وہ سر جھکائے اس کے ہاتھ پہ مرہم لگا رہی تھی....

گرم زخم پہ ٹھنڈا مرہم اسے اندر تک جلائے دے رہا تھا....

یکا یک لڑکی نے آنکھیں اٹھائیں.....

دونوں کی نظریں ملیں....اور وہ مبہوت رہ گیا.....

وہ اس لڑکی کو پہچانتا تھا۔

☆......☆......☆

تالیہ مراد کرنٹ کھا کے سیدھی ہوئی اور اپنے سر پہ کھڑی داتن کو بے یقینی سے دیکھا۔

''آریانہ فاتح کی بیٹی نہیں تھی؟''

''اونہوں۔'' داتن نے گردن دائیں بائیں گھمائی اور پھر دھپ سے اس کے ساتھ صوفے پہ آگری۔ ''جس بچی کو فاتح اور عصرہ نے بیٹی کی طرح پالا تھا' اور جس سے ان دونوں کو بہت محبت ہے' وہ ان کی سگی بیٹی نہیں تھی۔''

''ایں؟ تو پھر وہ کون تھی؟'' وہ ہکا بکا سی داتن کو دیکھنے لگی۔ ساری نیند رفو چکر ہو گئی تھی۔

''یہ تو مجھے نہیں معلوم۔''

''تو باقی کیسے معلوم ہوا؟''

''کیونکہ تم نے مجھے وان فاتح کی فنانشل ٹرانزیکشنز چیک کرنے کے لئے کہا تھا۔ پیسہ کہاں سے آتا ہے اور کہاں جاتا ہے۔ اب پیسے کا روٹ لیانہ صابری سے بہتر کوئی نہیں چیک کر سکتا۔ تو اسی مد میں مجھے وان فاتح کا ایک خفیہ بینک اکاؤنٹ ملا جس کو وہ زیادہ استعمال نہیں کرتا۔''

''اور؟'' وہ دم سادھے سن رہی تھی۔

''دلچسپ بات یہ ہے کہ فاتح ایک زمانے میں اس اکاؤنٹ سے ایک مخصوص رقم ہر ماہ کسی رپورٹر کو بھیجتا تھا۔ رقم کافی زیادہ تھی اور آریانہ کی گمشدگی تک ادائیگی کا سلسلہ چلتا رہا۔ پھر بند ہو گیا۔''

''ظاہر ہے کوئی رپورٹر اسے بلیک میل کر رہا تھا۔''

''اور میں پہنچ گئی رپورٹر کے پاس۔'' داتن فخر سے بتا رہی تھی۔ ''اس کی زبان کھلوانا مشکل نہ تھا۔ ویسے بھی آریانہ کی گمشدگی کے بعد اس نے خوفِ خدا کے ہاتھوں وان فاتح کو بلیک میل کرنا چھوڑ دیا تھا۔''

لاؤنج میں داتن کی آواز کے سوا کوئی آواز نہیں تھی۔ وہ تفاخر سے مسکراتے ہوئے اپنی کارکردگی بتا رہی تھی اور تالیہ دونوں پیر اوپر کر کے بیٹھی بے چینی سے اصل بات سننے کی منتظر تھی۔

''اس رپورٹر کو گزشتہ الیکشن پہ صوفیہ رحمٰن کے باپ کے کیمپین مینیجر نے وان فاتح پہ Oppo ریسرچ کرنے کے لئے ہائر کیا تھا۔ وہ رپورٹر میری طرح زیرک تھا اور بال کی کھال اتار لیتا تھا۔ میری طرح اس کی تفتیش انتہائی باریک بین اور..............''

''تم اپنی یہ تعریفیں بعد میں بھی کر سکتی ہو۔ پہلے کام کی بات کر لیں؟''

داتن نے اسے خفگی سے گھورتے ہوئے ناک سکوڑی۔

''کہتے ہیں اچھا دوست قسمت سے ملتا ہے اور اگر دوست میرے جیسا.....''

''لیانہ صابری!'' اس نے زور سے صوفے کی گدی پہ ہاتھ مارا۔ ''رپورٹر۔ کیا معلوم ہوا رپورٹر کو؟''

داتن جلدی جلدی بولنے لگی۔ ''جب آریانہ دو سال کی تھی تو وان فاتح اس نے اس کا برتھ سرٹیفیکیٹ بنوانے کے لئے ایک سرکاری آفیسر کو رشوت دی تھی۔''

''وہ کبھی ناجائز کام کے لئے رشوت نہیں دے سکتے۔ ناممکن۔'' وہ نہیں مان سکتی تھی۔

''رپورٹر نے جب سرکاری افسر کا بیان سامنے لا کے رکھا تو فاتح نے سچائی سے اعتراف کر لیا کہ اس نے واقعی برتھ سرٹیفکیٹ کے لئے رشوت دی تھی۔''

''تو اس سے یہ کہاں ثابت ہوتا ہے کہ وہ اس کی بیٹی نہیں ہے۔''

''کیونکہ اس وقت اس بچی کی عمر دو سال تھی اور وان فاتح کی شادی کو صرف ایک سال گزرا تھا۔''

وہ ایک دم چپ ہو گئی۔ ''یعنی وہ عصرہ اور فاتح کی بیٹی نہیں ہے مگر ہو سکتا ہے وہ فاتح کی کسی پہلی بیوی یا......''

''رپورٹر کو بھی یہی لگا کہ یہ بچی یا تو کسی خفیہ بیوی سے ہے یا جائز نہیں ہے' مگر جب اس نے فاتح کو بلیک میل کرنا چاہا تو فاتح نے اسے صاف صاف بتا دیا کہ وہ بچی اس کی اپنی نہیں تھی' نہ عصرہ کی تھی۔ اس نے اسے ایڈاپٹ کیا تھا۔''

''تو ایڈاپٹ شدہ بچی پہ اتنا پردہ ڈالنے کی کیا ضرورت ہے؟ وہ اتنے ماہ اس رپورٹر کو منہ بند کرنے کے لئے پیسے کیوں دیتے رہے؟''

''رپورٹر کا کہنا ہے کہ کچھ تو تھا جس کو وہ چھپانا چاہتا تھا کیونکہ اس نے جیسے ہی فاتح سے کہا کہ وہ صوفیہ کے باپ کو بتا دے گا تو فاتح اس کو پیسے دینے پہ راضی ہو گیا۔ البتہ جب بچی کھو گئی تو انسانیت کے ناتے اس رپورٹر نے فاتح سے رابطہ منقطع کر دیا۔''

''اگر وہ بچی شروع سے اس کے ساتھ تھی تو اس کا مطلب ہے اس نے شادی بھی اس بچی کو کاغذی ماں' باپ فراہم کرنے کے لئے کی تھی۔'' وہ چونک کے بولی۔ ''ایک انٹرویو میں عصرہ نے ہنستے ہوئے بتایا تھا کہ فاتح کو شادی کی جلدی تھی۔''

''اور عصرہ نے اس کی مدد کی۔ وہ دونوں امریکہ میں رہتے تھے تو انہوں نے ہر طرح سے اس بچی کے معاملے کو کور کر کے رکھا۔ ملائیشیا میں لوگ یہی جانتے تھے کہ وہ فاتح اور عصرہ کی بیٹی ہے۔ انہوں نے اس کی عمر ایک سال کم لکھوائی تھی۔''

''اور یہ الیگل برتھ سرٹیفکیٹ اس نے امریکہ کی بجائے ملائیشیاء میں کیوں بنوایا؟''

''کیونکہ یہاں ناجائز کام زیادہ آسانی سے ہو جاتے ہیں۔''

تالیہ اب تھوڑی پہ ہاتھ رکھے چھت کو دیکھتی سوچ رہی تھی۔

''یعنی وان فاتح نے اس بچی آریانہ کے لئے اپنی ساری زندگی بدل کے رکھ دی۔ عصرہ نے بھی اس کا مکمل ساتھ دیا۔ ماننا پڑے گا' وہ اچھی بیوی تھی۔ اس کے لئے اپنے بچوں کا تحفظ سب سے بڑھ کے ہے۔'' (نہ چاہتے ہوئے بھی اعتراف کیا۔)

''تم نے ایک دفعہ بھی میرا شکریہ ادا نہیں کیا' لڑکی۔'' داتن پدوکا نے کافی دیر انتظار کے بعد سوچ میں گم تالیہ کو ٹہوکا دیا تو اس نے برا سا منہ بنایا۔

''ابھی تو تم بڑا دوست دوست کا راگ الاپ رہی تھیں۔ دوستوں کو شکریہ اور سوری نہیں کہتے۔''

''مگر کچھ کھانے کے لئے تو کہہ دیتے ہیں نا۔''

وہ خفگی سے اٹھی اور خود ہی کچن کی طرف بڑھ گئی۔ پھر کاؤنٹر کے قریب رکی۔ وہاں کوکو پھل کی ٹوکری اس دن سے ایسے ہی رکھی تھی۔

''یہ ایڈم کیوں بھیجتا ہے تمہارے لئے اتنے ہائی کیلوری تحفے؟''

''وہ نہیں بھیجتا۔''

''پھر کون؟'' داتن چونک کے اس کی طرف گھومی۔ وہ ہتھیلیوں پہ چہرہ گرائے سوچ میں گم نظر آرہی تھی۔

''بتا دوں تو کون سا تم یقین کر لو گی؟''

داتن نے دونوں ہاتھ پہلوؤں پہ رکھے اور بھنویں بھینچ کے اسے دیکھا۔

''کیا تمہیں ہماری دوستی پہ اتنا بھی یقین نہیں ہے؟''

تالیہ نے گہری سانس لے کر اسے دیکھا۔ ''تم یقین نہیں کرو گی۔ کوئی یقین نہیں کرے گا۔''

''تم آزما کے تو دیکھو۔''

تالیہ نے کاؤنٹر کے پار کھڑی متفکر سی داتن کو دیکھا اور مسکرائی۔

''اگر میں کہوں کہ میں نے اڑنا سیکھ لیا ہے؟ یا انسانوں کو ہاتھ کے اشارے سے سانپ بچھو بنا سکتی ہوں؟ یا جس شے کو چھوؤں اس کو سونا بنا دیتی ہوں۔ تو کر لو گی یقین؟''

''تمہیں اب بھی شک ہے؟''

''اور اگر میں کہوں کہ.....'' داتن پہ جمی اس کی آنکھیں بھیگیں۔ آواز کپکپائی۔ ''کہ میں نے وقت میں سفر کیا ہے؟ میں چھ سو سال پہلے کے ملاکہ کی شہزادی تاشہ ہوں؟ اور میں نے وہاں کے غلام فاتح سے شادی کر لی تھی؟ اس ایک رات میں ایڈم میں اور فاتح چار ماہ قدیم ملاکہ میں گزار آئے ہیں تو یقین کر لو گی؟''

کسی کھلی کھڑکی سے تیز جھونکا آیا اور اس کے چہرے پہ آئے بال پیچھے کو اڑنے لگے۔ اس کی گردن اٹھی تھی اور داتن پہ جمی آنکھیں بھیگی ہوئی تھیں۔

داتن کے ہاتھ پہلو میں آن گرے۔ لب ہلکے سے کھل گئے۔ پھر وہ دھیرے دھیرے قدم اٹھاتی قریب آئی اور میز کے کنارے پہ بیٹھی۔

''تو تم نے چابی کا قفل ڈھونڈ لیا تھا؟ اس کتاب میں لکھا تھا کہ وہ وقت کا دروازہ ہے۔ کیا واقعی وہ.....؟''

تالیہ نے اثبات میں سر ہلایا۔ آنسو سست روی سے گرنے لگے۔ اس سفر کو یاد کرنا خوف اور تکلیف کو یاد کرنا تھا۔ وہ وقت کی قید، وہ مراد راجہ کا اصلی چہرہ جاننا، وہ جنگل میں ننگے قدموں سفر کرنا..... یا اللہ!

''تم نے وقت کا دروازہ پار کر لیا؟ میں نے تمہیں منع کیا تھا مگر تم نے نہیں سنا۔'' وہ ایک دم بے بسی سے غصہ ہوئی۔ ''وہ کتاب

درست کہتی تھی۔ تمہاری گردن کا نشان.... تم پمبو روتھیں۔ شکار باز۔ اوہ تالیہ.... تمہیں کیوں لگا میں تمہارا یقین نہیں کروں گی؟"

"کیونکہ میں نے ساری عمر جھوٹ بولے ہیں اور دیکھو وقت نے کیسے میرے ساتھ جھوٹ بول دیا۔ مجھے ایسا سچ تھما دیا جس کو کہنے کی ہمت بھی نہیں رہی۔ میں بہت تکلیف میں ہوں' داتن۔" وہ ہموار لہجے میں کہہ رہی تھی البتہ آنسو گرتے جا رہے تھے۔

"اسی لیے میں جھوٹ اور دھوکے کے اس راستے کو چھوڑ آئی ہوں۔ پلیز میری مدد کیا کرو۔ مجھے یہ مت کہا کرو کہ انسان نہیں بدل سکتے۔ مجھے امید اور ہمت دلایا کرو۔ مجھے کہا کرو کہ تالیہ تم بھی اچھی ہو سکتی ہو۔ میں نے بہت کوشش' بہت محنت کی ہے 'بہتر' بننے کے لئے ۔سچا بننے کے لئے۔ پلیز مجھے حقیقت کا آئینہ مت دکھایا کرو۔ پلیز مجھے اس فیری ٹیل میں زندہ رہنے دیا کرو جس میں جب لوگ اچھے ہو جاتے ہیں تو ان کے گناہ ان کا پیچھا نہیں کرتے اور ان کو ان کی ہیپی اینڈنگ مل جاتی ہے۔ مجھے میری ہیپی اینڈنگ چاہیے داتن۔ مجھ سے جھوٹ بولا کرو اور کہا کرو کہ وہ مجھے مل جائے گی۔"

وہ بڑے صبر سے دھیرے دھیرے کہہ رہی تھی مگر اس کے آنسو مسلسل بہہ رہے تھے۔ داتن نے دل تھام کے اسے یوں دیکھا۔ اس کا تو جیسے کلیجہ کٹ گیا تھا۔

"مجھے شروع سے بتاؤ کہ اس رات کیا ہوا تھا۔" وہ واقعی تالیہ کے لیے پریشان ہو گئی تھی۔

پھر وہ جو بولنا شروع ہوئی' تو صبح تک بولتی رہی۔

کچن کاؤنٹر پہ رکھی پھلوں سے بھری ٹوکری خاموشی سے ان دونوں کو صوفوں پہ بیٹھے باتیں کرتے دیکھتی رہی۔

روشنی پھیلنے لگی تھی جب داتن تیسری دفعہ چائے بنانے اٹھی' پھر رک کے اس کی طرف گھومی۔

"تم آج سے مجھے ہمیشہ اپنے ساتھ پاؤ گی۔ تمہیں تمہاری ہیپی اینڈنگ دلانے کے لئے لیانہ صابری کو جو بھی کرنا پڑے' وہ کرے گی مگر تمہاری امید نہیں ٹوٹنے دے گی۔ تم اچھی بن چکی ہو' تالیہ۔ اور جب انسان اچھا بن جاتا ہے تو اس کے گناہ اس کے پیچھے نہیں آتے۔"

"واقعی' داتن؟" اس نے امید اور خوف سے داتن کا ہاتھ تھام کے پوچھا۔ "کسی کو کبھی نہیں علم ہو گا نا کہ میرا ماضی کیسا تھا؟ اگر میں مستقبل کو اچھے رنگوں سے لکھ لوں تو میرا ماضی Irrelevant ہو جائے گا نا۔"

"ہاں' تالیہ۔ تمہارا ماضی کبھی کوئی نہیں ڈھونڈ سکے گا اور نہ ہی تمہارے جرائم تمہارے پیچھے آئیں گے۔" داتن نے اسے تسلی دی۔ وہی جھوٹی تسلی جو تالیہ نے تھوڑی دیر پہلے اسے دینے کے لئے کہا تھا۔

☆......☆......☆

اس صبح پراسیکیوشن آفس میں دو لوگ ایک میز کے گرد بیٹھے تھے اور ان کے درمیان ایک فائل کھلی رکھی تھی۔ پہلے صفحے پہ تالیہ مراد کی انلارج تصویر چسپاں تھی اور دیگر صفحات پہ اس کی پروفائل تحریر تھی۔

جو شخص تصویر اٹھا کے غور سے دیکھ رہا تھا' وہ ادھیڑ عمر کا سرمئی بالوں والا ملے مرد تھا۔ آنکھوں پہ سلور فریم کا چشمہ لگائے' وہ کشادہ پیشانی اور ٹھنڈے مزاج کا حامل انسان لگتا تھا۔ اس کا نام احمد نظام تھا اور وہ چیف پراسیکیوٹر تھا۔

''تنگو احمد...'' سامنے بیٹھا آفیسر رازدارانہ لہجے میں کہنے لگا۔''یہ تالیہ بنتِ مراد ہے۔ وان فاتح بن رامزل کی نئی کیمپئین مینیجر۔ ایک معروف سوشلائیٹ اور چیریٹی ورکر۔ مگر اٹارنی جنرل کے آفس سے یہ فائل آپ کو اس لیے بھیجی گئی ہے تاکہ آپ معلوم کریں کہ کیا یہ لڑکی وہی ہے جو یہ خود کو کہتی ہے؟''

سلور بالوں والے پراسیکیوٹر نے تصویر رکھی' عینک اتاری اور آنکھوں کی پتلیاں سکوڑ کے اسے غور سے دیکھا۔

''حکامِ بالا ایک دم سے ایک عام سی لڑکی میں کیوں دلچسپی لینے لگے ہیں؟''

''کیونکہ وہ ایک دم سے وان فاتح کے گرد نظر آنے لگی ہے۔''

''مگر سیاستدانوں کے گرد تو سارے لوگ ایسے ہی ہوتے ہیں۔ دولتمند Heirs۔ سوشلائیٹ heiresses' تاجر' کاروباری لوگ۔ عام لوگوں کو کہاں نوکری ملتی ہے سیاستدانوں کے قریب؟ مجھے اس میں کوئی معیوب بات نہیں لگتی۔''

''ہمیں مصدقہ اطلاع ملی ہے کہ یہ لڑکی وہ نہیں ہے جو وہ خود کو کہتی ہے۔ اور اگر ایسا ہے' اور وہ واقعی کوئی جاسوس' کوئی خفیہ operative ہے تو یہ آپ کا فرض بنتا ہے کہ آپ باریسن نیشنل کے ہونے والے صدر کو اس سے محفوظ رکھیں۔ تنگو احمد' کیا آپ یہ ذمہ داری بغیر گھبرائے قبول کر سکتے ہیں؟'' اس کا انداز جتانے والا تھا۔

احمد نظام مسکرایا اور پیچھے کو ٹیک لگائی۔''میں اس آفس میں اتنے عرصے سے کام کر رہا ہوں جتنے عرصے میں بچے جوان ہو جاتے ہیں۔ میں جب کسی کیس کی ابتدائی فائل دیکھتا ہوں تو بتا دیتا ہوں کہ کیس میں کچھ ہے یا نہیں' اور اس کیس میں کچھ بھی نہیں ہے۔ جب کوئی جرم ہوا ہی نہیں تو ایک بے چاری لڑکی کو پریشان کرنے کا کیا فائدہ؟''

''اس فائل میں اس کے ایکس ہزبینڈ کا پتہ بھی لکھا ہے جو کہ اس وقت جیل میں ہے۔ اس کا بیان سن کے آپ کی رائے بدل جائے گی۔''

''کتنے لوگ ہیں جو اپنے ایکس کی تعریف کرتے ہیں؟ تو اس (فائل پہ نام پڑھا) تالیہ کے ایکس ہزبنڈ کی رائے کو میں کیسے معتبر مان لوں؟'' سامنے بیٹھے آفیسر نے گہری سانس بھری۔ سرکاری افسر نے بے چینی سے پہلو بدلا۔

''آپ اس کیس کو دو ہفتے کے لئے ٹرائل کے طور پہ لے لیں۔ اگر اس میں کچھ نہ ملے تو اسے چھوڑ دیجیے گا۔''

''صاحب اگر مجھے کسی مقام پہ یہ معلوم ہوا کہ....'' احمد نظام نے آگے کو جھک کے سنجیدگی سے تنبیہہ کی۔''.... یہ کیس صرف ایک سیاسی Fishing expedition تھا اور مجھے اس کا حصہ بنایا گیا ہے تو میں اسی وقت استعفیٰ دے دوں گا۔ میں وان فاتح اور صوفیہ رحمٰن'

ان دونوں جیسے سیاستدانوں سے نالاں ہوں۔"

"یہ کوئی سیاسی فشنگ مہم نہیں ہے' سر!" وہ یقین دلا رہا تھا۔

(فشنگ مہم ایسی تفتیش کو کہتے ہیں جس میں یہ طے کر لیا جاتا ہے کہ فلاں مجرم ہے اور اسے سزا دینی ہے تو ذہن بنا کے اس کے خلاف بہت سی معلومات اکٹھی کی جاتی ہیں تا کہ کچھ ایسا مل جائے جس پہ اسے سزا دی جا سکے۔ جیسے کنڈیاں لگا کے جھیل کنارے بیٹھ جانا۔ پھر آگے مچھلی پھنسے یا کینچوا۔)

"ٹھیک ہے۔ میں تمہاری زبان پہ اعتبار کر رہا ہوں۔ میرے نزدیک انسان کی زبان اس کی گردن کو رہن رکھ سکتی ہے۔" پھر وہ کھڑا ہوا تو آفیسر بھی ساتھ ہی اٹھا۔ دونوں نے مصافحہ کیا اور تنگو احمد نے اپنی بات دہرائی۔

"اس لڑکی نے ابھی تک کوئی جرم نہیں کیا جو ہمیں معلوم ہوا ور نہ ہی کسی نے اس کی شکایت کی ہے۔ دو ہفتے....اگر دو ہفتوں تک مجھے کچھ نہ ملا تو میں اس فائل کو بند کر دوں گا۔"

اس کا لہجہ پرعزم اور اٹل تھا۔ وہاں کوئی لچک' کوئی ڈھیل نہ تھی۔ سرکاری افسر نے مسکرا کے گرمجوشی سے ہاتھ ملایا۔

"میرے خیال میں' سر....یہ کیس اتنی جلدی بند نہیں ہوگا۔"

☆......☆......☆

ٹیبلوئڈ کے دفتر میں معمول کے مطابق صبح سویرے ہی گھنٹیوں اور آوازوں کا شور گونج رہا تھا۔ کیبن در کیبن قطار میں بنے تھے اور رپورٹرز' کمپوزرز اور ایڈیٹرز اپنے اپنے کی بورڈ میں سر دیے کام کر رہے تھے۔

ایڈم بن محمد کندھے پہ لمبے اسٹریپ والا بیگ اٹھائے آگے بڑھتا جا رہا تھا۔ چیک والی شرٹ اور سادہ انداز میں جمائے بال معمول کے مطابق تھے۔ آج اس نے سوٹ وغیرہ نہیں پہنا تھا۔ اب تو اس کی جاب پکی تھی۔ مگر کیا یہ آگے بھی پکی رہے گی؟ یہی اندیشہ اس کو پریشان کیے ہوئے تھا۔

ایڈیٹر کا دروازہ کھٹکھٹا کے اندر سر نکال کے جھانکا تو وہ کام کرتے دکھائی دے رہا تھا۔ وہی پہلے دن والے تاثرات' ماتھے پہ بل' ناک پہ غصہ۔ چہرہ جھکا ہوا تھا۔ ایڈم نے تھوک نگلا۔

"سر......میں آ جاؤں؟"

انہوں نے سر اٹھا کے اسے دیکھا تو وہ فوراً سے اندر آیا اور شروع ہو گیا۔ "سر میں شرمندہ ہوں کہ اس ہفتے کوئی اسٹوری نہیں دے سکا۔ آپ نے مجھے جاب دی مگر میں آپ کی توقعات پہ پورا نہیں اتر سکا۔ لیکن میں وعدہ کرتا ہوں اگلے ہفتے میں....."

"ایڈم.....آؤ آؤ....بیٹھو۔ کب آئے تم؟" ایڈیٹر کے چہرے پہ ایسی خوشی اتری کہ ایڈم کے الفاظ درمیان میں رہ گئے۔ گنگ سا

اس کو دیکھنے لگا جو کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

''اور اسٹوری کی کیا بات کرتے ہو؟ اتنی دلچسپ خبر ہم نے بریک کی وہ بھی تمہاری وجہ سے۔ بیٹھو نا۔''

پہلے تو اسے لگا وہ طنز کر رہا ہے مگر ایڈیٹر کی خوش اخلاقی قدرتی تھی۔ ایڈم نے ناسمجھی سے اسے دیکھا۔

''میری کون سی اسٹوری؟ وہ ایکٹرس کے اسکینڈل والی تو آپ نے چھاپی ہی نہیں۔''

ایڈیٹر نے مسکرا کے ہاتھ جھلایا۔ ''جانے بھی دو اسے۔ اصل اسٹوری تو تم نے حالم کے خط کے لفافے کے اندر ڈال کے دی تھی۔ وہ تو شکر ہے میں نے وہ لفافہ کھول لیا ورنہ وہ بٹن کیمرہ اور وان فاتح کی ویڈیو تو ردی کی ٹوکری میں چلی جاتی۔ ویسے کیا شاندار ویڈیو لیک تھی۔ ہماری ویب سائٹ کے ہٹس ایسے اوپر گئے کہ ......''

وہ جوش سے بتا رہا تھا اور ایڈم بن محمد کا چہرہ دھواں دھواں ہو رہا تھا۔

حالم کے بنگلے تک کا سفر اس نے غصے' صدمے اور بے بسی کی جس حالت میں کیا' صرف وہی جانتا تھا۔ گیٹ بند تھا۔ اس نے زور سے گھنٹی بجائی' پھر غصے سے چھوٹا گیٹ پھلانگا اور تیزی سے پورچ میں آیا۔ بند دروازے کو زور سے دھڑ دھڑایا۔

''آرام سے.....آرام سے!'' داتن نے دروازہ کھولا اور ساتھ ہی برہمی سے اسے ٹوکا۔ مگر ایڈم کا سرخ چہرہ اور بھنچی ہوئی بھنویں دیکھ کے ٹھہری۔ ''تمہیں کیا ہوا؟''

''چے تالیہ کہاں ہیں؟'' وہ غرایا۔

''جہاں اس وقت سارے کنگ میکرز ہوتے ہیں۔ اپنے سیاستدانوں کے گرد۔''

وہ تیزی سے مڑا اور گیٹ کی طرف بڑھا تو داتن نے پکارا۔ ''تمہارے خیال میں تمہیں کوئی سیاسی پارٹی کے دفتر میں اس ایٹی ٹیوڈ کے ساتھ گھسنے دے گا؟ مجھے بتاؤ کیا ہوا ہے؟'' لہجہ ابھی تک سخت تھا۔

ایڈم واپس گھوما اور چبھتی نظروں سے اسے دیکھا۔

''آف کورس آپ تو جانتی ہی ہوں گی۔ بہر حال چے تالیہ سے کہیے گا مجھے معلوم ہو گیا ہے کہ انہوں نے میرے ذریعے .....میرے ذریعے (زور دے کر) فاتح صاحب کی ویڈیو لیک کروائی تھی۔''

''تو؟''

اس نے کندھے اچکائے تو ایڈم نے غصے اور بے بسی سے سانس باہر خارج کی۔

''تو یہ کہ مجھے ان کے فاتح صاحب سے دھوکہ دہی کرنے سے زیادہ اس بات کا افسوس ہے کہ انہوں نے کہا تھا وہ خود کو بدل رہی ہیں۔ اور میں نے یقین کر لیا تھا۔ مگر وہ اب بھی ویسی ہی ہیں۔''